محبتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

ایمان میں سے ہے



تالیف

فضیلۃ الدکتور الشیخ نور الدین عتر حفظہ اللہ

سابق نگران علوم القرآن والسنۃ دمشق یونیورسٹی

ترجمہ

ڈاکٹر عبد الرزاق اسکندر

رئیس جامعۃ العلوم الاسلامیۃ

علامہ بنوری ٹاؤن کراچی

دار القلم کراچی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ہدیہ محبت

منجانب

حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر صاحب دامت برکاتہم

۱۵ جمادی الاولی ۱۴۳۸ھ

۱۲ فروری ۲۰۱۷

فہرست مضامین

پیش لفظ

الحمد لله رب العالمين، وأفضل الصلاة وأتم التسليم على سيدنا وحبينا محمد، وآله وصحبه، ومن تبعهم بإحسان إلى يوم الدين. أما بعد:

غالبًا سنہ ٢٠٠٨ء کا واقعہ ہے کہ جامعۃ ازہر مصر کی جانب سے ایک کانفرنس کوالالمپور ملیشیا میں "ملتقیٰ خرّیجی الأزھر" کے عنوان سے منعقد ہوئی، جس کی میزبانی ملیشیا گورنمنٹ کی مذہبی امور کی وزارت کر رہی تھی، مجھے بھی اس کانفرنس میں شرکت کی دعوت ملی، اس کانفرنس میں میری ملاقات فضیلۃ الشیخ الدکتور نور الدین عتر سے ہوئی، جو دمشق یونیورسٹی کے شعبہ علوم القرآن والسنۃ کے سابق نگران اعلیٰ ہیں، جامعۃ ازہر سے دکتورہ کیا ہے، اور چند سال جامعہ اسلامیۃ مدینہ منورہ میں بھی استاذ رہے ہیں، میں نے بھی اس دوران ان سے "مصطلح اصول حدیث" کا مضمون پڑھا ہے، اس اعتبار سے وہ میرے استاذ ہیں، البتہ اس وقت یہ جوان تھے، اب بوڑھے اور کمزور ہو گئے ہیں، بہت محبت اور شفقت سے ملے، اور مجھے اپنی لکھی ہوئی کتاب "حب الرسول صلى الله عليه وسلم من الإيمان" دی اور اس کے سرورق پر لکھ دیا کہ یہ ہدیہ ہے اور آپ کو اس کی نشر واشاعت اور ترجمہ کی اجازت ہے، میں نے مسلمان اردو خواندہ بھائیوں تک پہنچانے کے لئے اس کا اردو ترجمہ کیا۔

"حبّ الرسول صلى الله عليه وسلم من الإيمان" اس کا عنوان ہی جاذبِ نظر ہے اور جب آپ اس رسالہ کو پڑھیں گے تو آپ کو معلوم ہوگا کہ محبت نبوی کیا

ہے؟ اس کے تقاضے کیا ہیں؟ اور صحابہ کرامؓ نے کس انداز میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کی؟ یہ سب کچھ آپ اس کتاب میں پڑھیں گے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت ایمان کا جز ہے اور محبت کی منجملہ علامات میں سے یہ ہے کہ تمام معاملات میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع کیا جائے، قرآن کریم سے محبت اور تلاوت ہو، آپ کی احادیث پڑھی جائیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور طریقہ پر عمل کیا جائے، آپ کی سیرت اور شمائل کو اپنایا جائے، آپ کا ذکر خیر کثرت سے کیا جائے، آپ پر درود پڑھا جائے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملنے کا اشتیاق ہو، یہ سب محبت کی علامات ہیں اور ایسی محبت کا عملی نمونہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی جماعت تھی۔

صحابہ کرامؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے عینی شاہد اور گواہ، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات سے آراستہ و پیراستہ، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تربیت وصحبت یافتہ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کو پہچانے اور پھیلانے کا اولین ذریعہ اور وسیلہ تھے، صحابہ کرامؓ کی زندگی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت سے معمور اور بھرپور تھی، اپنی جان و مال اور آل و اولاد کی پرواہ کئے بغیر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر حکم پر تعمیل کرنا ان کا خاصہ اور طرۂ امتیاز تھا۔

صحابہ کرامؓ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اسی محبت کو اقوام عالم میں روشناس کرایا اور پھیلایا جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مکارم اخلاق اور جود و کرم کے ذریعہ ان کے اعمال و اخلاق پر چھائی ہوئی تھی۔ صحابہ کرامؓ کی یہ اعلیٰ سیرت اسلام کی طرف دلوں کے میلان کا ذریعہ اور اقوام عالم پر ان کی عظمت و فضیلت کا سبب بنی۔

صحابہ کرامؓ آپس میں الفت و محبت، عزت و احترام اور مرتبہ اور مقام کا پاس اور لحاظ رکھتے تھے، آپ اس کتاب میں پڑھیں گے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خطبہ دیا

اور پوچھا کہ سب سے بہادر کون ہے؟ لوگوں نے کہا: ''امیر المؤمنین وہ آپ ہیں۔ حضرت علیؓ نے فرمایا: جہاں تک میرا تعلق ہے، مجھ سے جس نے بھی مقابلہ کیا، میں نے اس سے بدلہ لیا ہے، لیکن سب سے بہادر حضرت ابو بکرؓ ہیں اور پھر غزوۂ بدر میں ان کی بہادری کا ذکر کیا۔

حضرت علیؓ نے پھر فرمایا: مجھے بتاؤ! کہ فرعون کے خاندان کا مؤمن بہتر ہے یا حضرت ابو بکرؓ؟ لوگ خاموش ہو گئے تو حضرت علیؓ نے فرمایا: بخدا! حضرت ابو بکرؓ کی ایک گھڑی فرعون کے خاندان کے مؤمن سے زمین بھر جائے ان سے بہتر ہے، کیونکہ فرعون کے خاندان کے شخص نے ایمان چھپا رکھا تھا اور حضرت ابو بکرؓ وہ ہیں جنہوں نے اپنے ایمان کا اعلان کیا تھا۔

اللہ پاک ہمیں بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرامؓ کی سچی محبت اور اتباع نصیب فرمائے۔ آمین

وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقه سیدنا محمد وعلی آله واصحابه أجمعین.

مقدمہ مؤلف

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد لله الكريم المنّان، وأفضل الصّلاة والسّلام على أفضل الخلق كمالاً، وأعظمهم في الإحسان ، سيّدنا محمدٍ وآله وأصحابه وتابعيهم في كل آن ، أمّا بعد :

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت ،فضائل اور کمالات کے حصول کے لئے ایک عظیم شاہراہ ہے،اس لئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت ایمان میں سے ہے، بلکہ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نہ ہوتے تو ایمان کی پہچان بھی نہ ہوتی۔

یہ ایک مختصر سی کتاب ہے جو اس محبت کی حقیقت کو بیان کرتی ہے،جس پر عامل باعمل ہو کر امت کے پہلے طبقہ (جو سب سے اعلیٰ طبقہ ہے یعنی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم) نے اونچا مقام حاصل کیا۔

ایمان کی اس علمی اور عملی تعریف کے بعد اس سے انتفاع آسان اور وہ بلند مقام حاصل کرنا سہل ہو جائے گا، جس کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان الفاظ میں بشارت دی ہے: ’’اَلْمَرْأُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ‘‘یعنی ہر شخص کا حشر اس کے ساتھ ہوگا جس سے اس نے محبت کی ہوگی۔

میں نے اس مختصر رسالہ کے نام کا انتخاب امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ کی کتاب ’’صحیح بخاری‘‘ کی ’’کتاب الإیمان ‘‘کے اس عنوان ’’حُبُّ الرَّسُوْلِ صَلَّی اللّٰہُ

علیہ وسلم منَ الإیمانِ " سے لیا ہے ،یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت ایمان کا جزء ہے، نیز میں نے جو روایات اس موضوع سے متعلق ذکر کی ہیں، وہ صحیح اور ثابت ہیں اور یہ تنبیہ یہاں اس لئے کردی ہے تاکہ تخریج احادیث اور اسانید پر کلام کی تفصیلات سے بچا جائے۔ ہاں بعض خاص خاص جگہوں پر تاکید مزید کے لئے میں نے ان احادیث کے ثقاہت وثبوت پر کلام کیا ہے، وگرنہ اس مختصر کتاب کا مضمون اللہ کے فضل سے صحیح ثابت اور مقبول ہے۔

اے اللہ ہمیں محبت کا وہ مقام نصیب فرما جس کے بارے میں ہمارے سردار حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"المرأ مع من أحبّ".

" ہر شخص کا حشر اس کے ساتھ ہوگا جس سے اس نے محبت کی "۔

"الحبّ" اور "المحبّة" یہ دونوں الفاظ ایسے معنی کو ادا کرتے ہیں جس کا تعلق قلب سے ہے، جو دوسری صفات کے مقابلہ میں اپنے اندر ایک وسیع مفہوم رکھتا ہے، اور اپنی تاثیر کے اعتبار سے سب سے زیادہ عظیم ہے، کیونکہ اس میں دل کا میلان اور محبوب کی طرف کھچاؤ پایا جاتا ہے، اور وہ انسان کی طبیعت میں ایسا شعور اور سلوک کا جذبہ پیدا کردیتا ہے کہ کبھی یہ کیفیت ہوجاتی ہے کہ محبت کرنے والا اپنے محبوب کی رضا حاصل کرنے کے لئے اپنا سب کچھ قربان کردیتا ہے، بلکہ اپنے محبوب کی محبت میں وہ اپنے آپ سے بھی بیگانہ ہوجاتا ہے اور اپنی صفات چھوڑ کر محبوب کی صفات اختیار کرلیتا ہے۔

بے شک اللہ تعالی جو رب العالمین ہیں اور سب کے خالق ہیں وہ ہر قسم کی محبت اور عظیم تر محبت کے سب سے زیادہ مستحق ہیں کیونکہ وہ اعلیٰ صفاتِ کمال سے متصف ہیں جن کی کوئی انتہاء اور کوئی حد نہیں ہے، جن کی نہ کوئی تعداد ہے اور نہ انہیں گنا جاسکتا ہے، وہی ہے جو بندوں پر اپنے جود وسخا کے خزانوں سے وہ نعمتیں برساتا ہے جن کا شمار نہیں

ہوسکتا، اور وہ احسانات کرتا ہے جن کا احاطہ نہیں ہوسکتا۔ ارشاد باری ہے:

﴿وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا﴾ [ابراھیم: ٣٤]

ترجمہ: ''اور اگر تم اللہ کی نعمتوں کو گننا چاہو تو ان کا شمار نہیں کر سکتے۔''

بلکہ بہت ہی کم ان کی نعمتوں کا احاطہ اور شمار کیا جا سکتا ہے، جیسا کہ مذکورہ بالا آیت میں لفظ ''لَا تُحْصُوْهَا'' سے اشارہ ملتا ہے۔

ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وصحبہ وسلم مخلوق میں اس محبت کے سب سے زیادہ مستحق اور حق دار ہیں، بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہماری ذات سے زیادہ ہماری محبت کے حق دار ہیں۔ ارشاد باری ہے:

﴿اَلنَّبِیُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَ اَزْوَاجُهٗۤ اُمَّهٰتُهُمْ﴾

[الأحزاب :٦)

ترجمہ: ''نبی سے لگاؤ ہے ایمان والوں کو زیادہ اپنی جان سے اور اس کی عورتیں ان کی مائیں ہیں۔''

تو اس آیت نے بغیر کسی قید وتحدید کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات عالی کو ہر مسلمان کی ذات پر فوقیت دی ہے، یہ آیت ہر چیز کو شامل ہوگئی ہے، لہذا اس میں غور و فکر کرو اور خوش ہو جاؤ ﴿اَلنَّبِیُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَ اَزْوَاجُهٗۤ اُمَّهٰتُهُمْ﴾

محبت کو واجب کرنے والی صفات

جس شخص کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معرفت حاصل ہوگئی، وہ اس حقیقت کو نہ صرف یہ کہ جان لے گا، بلکہ ذوقاً بھی محسوس کرلے گا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کو واجب کرنے والی جتنی بھی صفات ہوسکتی ہیں وہ بدرجہ کمال صرف آپ میں موجود ہیں اور کسی اور مخلوق میں نہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ان کامل صفات کا خلاصہ ائمۂ علم و عرفان اور اہل محبت نے دو عظیم حصوں میں تقسیم کیا ہے:

۱:۔ وہ کامل صفات جن سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم متصف تھے۔

۲:۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جود وسخاوت۔

جہاں تک صفاتِ کمالیہ کا تعلق ہے جن کی وجہ سے ایک انسان دوسرے انسان سے محبت کرتا ہے، مثلاً ایک انسان کبھی دوسرے انسان سے اس کے خوبصورت چہرے کی وجہ سے محبت کرتا ہے یا اس کی خوش الحانی کی وجہ سے محبت کرتا ہے یا ایسی دوسری صفات جمال کی وجہ سے جو محبت کو واجب کرتی ہیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے جمال خلقت اور جمال صورت میں تمام مخلوق سے اعلیٰ اور افضل ہیں، جیسا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے تواتر اور یقینی طریقہ سے ثابت ہے کہ:

" کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم أحسن الناس وجهاً وأحسنَهم خَلقاً".

ترجمہ: "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سب انسانوں میں زیادہ حسین چہرے والے اور سب سے زیادہ خوب صورت جسم والے تھے"۔

حضرت ھند بن ابی ھالہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فخمًا مفخماً، یتلألأ وجهه تلألؤ القمر لیلة البدر"

ترجمہ: "حضور صلی اللہ علی وسلم اپنی ذات وصفات کے اعتبار سے بھی عظیم الشان تھے اور دوسروں کی نظروں میں بھی بڑے رتبہ والے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ مبارک چودھویں کے چاند کی طرح چمکتا تھا"

حضرت ابوھریرۃ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"مار أیت أحسن من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، کأنَ الشمس تجری فی وجهه".

ترجمہ: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ میں نے کسی کو حسین نہیں دیکھا۔ گویا سورج آپ کے چہرہ مبارک میں گردش کررہا ہے''۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

مامَسِسْت ديباجةً ولا حريرةً ألين من كف رسول الله صلى الله عليه وسلم ، ولا شممت مسكةً ولا عنبرةً أطيب من رائحة النبي صلى الله عليه وسلم، وفي رواية : أطيب من عرق النبي صلى الله عليه وسلم".

ترجمہ: ''میں نے کسی موٹے یا باریک ریشم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتھیلی سے زیادہ نرم نہیں پایا، اور نہ ہی مشک اور عنبر کی خوشبو کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشبو سے عمدہ پایا، اور ایک روایت میں ہے کہ نہ ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پسینہ سے زیادہ خوشبودار اور عمدہ پایا''۔

اور جس نے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف بیان فرمائے ہیں، سب نے یہی کہا:

" لم أر قبله ولا بعده مثلَه صلى الله عليه وسلم ".

ترجمہ: ''آپ صلی اللہ علیہ وسلم جیسا ہم نے نہ آپ سے پہلے کسی کو دیکھا اور نہ آپ کے بعد کسی کو دیکھا''۔

لہٰذا آپ مخلوق کے جمال سے کتنے ہی متاثر ہوں، آپ پر لازم ہے کہ آپ تمام مخلوق اور اپنے نفس سے بھی زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کریں، کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہر قسم کے جمال کے اعلیٰ وارفع مقام پر فائز ہیں۔

اسی طرح ایک عقلمند انسان کسی سے محبت اس کے حسن اخلاق اور اعلیٰ سیرت کی بنا پر کرتا ہے، اگر چہ وہ خود اس سے کتنا ہی دور ہو۔ جبکہ ہمارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم پورے عالم میں سب سے زیادہ اخلاق میں کامل ہیں، اور جس کے لئے اللہ تعالیٰ کی گواہی کافی ہے:

﴿وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ﴾ [سورة القلم : ۴]

ترجمہ: ''بے شک آپ اخلاق کے عظیم مقام پر ہیں''۔

اللہ تعالیٰ کے اس قول "لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیمٍ" میں غور کریں تو آپ اس نتیجہ پر پہنچیں گے کہ جتنے بھی اخلاق حسنہ اور انسان کی صفاتِ کمالیہ ہو سکتی ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان صفات کے اعلیٰ مقام پر فائز ہیں، کیونکہ "علٰی" بلندی پر دلالت کرتا ہے، لہٰذا جس قسم کے بھی اعلیٰ اخلاق ہو سکتے ہیں آپ ان اخلاق میں سب سے اعلیٰ وارفع مقام پر فائز ہیں اور جس قسم کے انسانی کمالات ہو سکتے ہیں آپ ان کمالات میں سب سے بلند درجہ پر ہیں۔

رہا بہت زیادہ عطا اور احسان کی وجہ سے کسی سے محبت کرنا، تو انسان دنیا میں ہر اس شخص سے محبت کرتا ہے جس نے اس پر ایک یا دو بار کوئی احسان کیا ہو، اور وہ احسان کتنا ہی زیادہ قیمتی اور نفیس کیوں نہ ہو بالآخر وہ فانی اور زائل ہونے والا ہے، جیسے کسی نے اسے ایسی مصیبت سے بچایا جس میں اس کی ہلاکت یقینی تھی یا اس میں کسی نقصان کا خطرہ تھا۔ کچھ بھی ہو یہ احسان بالآخر ختم ہونے والا ہے، جس کے لئے دوام نہیں۔

بھلا دنیوی احسان کا مقابلہ نبی کریم اور رسول عظیم صلی اللہ علیہ وسلم کے احسانات سے ہو سکتا ہے جو تمام محاسنِ اخلاق و تکریم کے جامع ہیں، جن کو اللہ تعالیٰ نے تمام مکارمِ اخلاق، عظیم صفات اور فضیلت عامہ سے نوازا۔ جن کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے ہمیں کفر کی تاریکیوں سے نکال کر نورِ ایمان میں داخل کیا، اور جن کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے ہمیں جہالت کی آگ سے نجات دے کر یقین اور معرفت کی جنت میں پہنچا دیا۔

خوب اچھی طرح غور وفکر کر لو تا کہ آپ کو بخوبی معلوم ہو جائے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی آپ کے جنت کی نعمتوں میں ہمیشہ رہنے کا سبب ہیں، اب خود بتاؤ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس جلیل القدر اور عظیم الفضل احسان سے بڑھ کر کون سا احسان

ہوسکتا ہے۔

اب اس احسان کا شکر اور اس کا حق ہم کیسے ادا کریں ؟ جبکہ اللہ تعالی نے ہمیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے ذریعہ دنیا و آخرت کی نعمتوں سے نوازا ہے اور اپنی ظاہری و باطنی نعمتوں کی ہم پر بوچھاڑ کردی ہے، اسی لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی آپ کی کامل و مکمل محبت کے مستحق ہیں جو ہر ایک کے نفس، اس کے اہل و عیال اور سب مخلوق کی محبت سے زیادہ ہو، بلکہ بعض اہل معرفت حضرات نے یہاں تک کہا ہے کہ ''اگر جسم کے روئیں روئیں سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا اظہار ہو رہا ہو تب بھی آپ صلی اللہ علیہ کا جو حق محبت ہے اس کا یہ جزء ہوگا، کیونکہ اللہ اور اس کے رسول کی محبت کو ہر چیز پر فوقیت حاصل ہے۔ اسی لئے اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

﴿ اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَ اَزْوَاجُهٗ اُمَّهٰتُهُمْ ﴾

[الاحزاب : ٦)

ترجمہ: ''نبی سے لگاؤ ہے ایمان والوں کو زیادہ اپنی جان سے اور اس کی عورتیں ان کی مائیں ہیں۔''

اور ارشاد ہے:

قُلْ اِنْ كَانَ آبَائُكُم وَ اَبْنَاءُ كُمْ وَاِخْوَانُكُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيْرَتُكُمْ وَ اَمْوَالُ نِاقْتَرَفْتُمُوْهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسَاكِنُ تَرْضَوْنَهَا اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الْفَاسِقِيْنَ."

ترجمہ: ''تو کہہ اگر تمہارے باپ اور بیٹے اور بھائی اور عورتیں اور برادری اور مال جو تم نے کمائے ہیں اور سوداگری جس کے بند ہونے سے تم ڈرتے ہو اور حویلیاں جن کو پسند کرتے ہو، تم کو زیادہ پیاری ہیں اللہ سے اور اس کے رسول سے اور لڑنے سے اس کی راہ میں تو انتظار کرو یہاں تک کہ بھیجے اللہ اپنا حکم اور

اللہ راستہ نہیں دیتا نافرمان لوگوں کو۔"

اس آیت کریمہ نے محبت کی تمام اقسام کو جمع کر دیا ہے اور یہ فرض قرار دیا ہے کہ اللہ اور اس کے رسول کی محبت ہر چیز پر غالب ہونی چاہیے، بلکہ مجموعی طور پر ان تمام چیزوں کی محبتوں پر بھی اللہ اور اس کے رسول کی محبت غالب ہونی چاہیے۔

اسی مضمون کو ثابت کرنے کے لئے صحیح تر احادیث وارد ہوئی ہیں، جیسا کہ صحیحین میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

" لایؤمن أحدکم حتی أکون أحب إلیہ من والدہ وولدہ والناس اجمعین"۔

ترجمہ: "تم میں سے کوئی اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا جب تک کہ میں اس کے نزدیک اس کے والد، اس کی اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہوجاؤں"۔

یہ حدیث ہر قسم کی محبت کو شامل ہے، جس میں آپ کی اپنے نفس سے محبت بھی ہے۔

امام بخاریؒ اور دوسرے حضرات نے حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"والذی نفسی بیدہ لایؤمن أحدکم حتی أکون أحب إلیہ من والدہ وولدہ "۔

ترجمہ: "قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا جب تک میں اس کے نزدیک اس کے والد اور اولاد سے زیادہ محبوب نہ ہوں"۔

یہاں والد اور اولاد کو ذکر فرمایا کیوں کہ یہ دونوں دوسروں کے مقابلے میں انسان کو زیادہ محبوب ہوتے ہیں، اور ان دونوں کی وجہ سے انسان اس دنیا میں جیتا ہے

اور محنت کرتا ہے، اس لئے دوسری اقسامِ محبت کو چھوڑ کر صرف ان پر اکتفا فرمایا۔ لہذا یہ روایت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ مومن پر فرض ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کو ہر قسم کی محبت، اور ہر محبوب چیز کی محبت، حتی کے اپنے نفس کی محبت پر بھی مقدم رکھے۔

محبت کی بہت سی اقسام ہیں، جن میں سے چند مشہور درج ذیل ہیں:

۱۔ شفقت ورحمت کی محبت، اور یہ باپ کی اپنے بیٹے سے محبت ہے۔

۲۔ تعظیم اور بزرگی کی محبت، اور یہ بیٹے کی اپنے باپ سے اور شاگرد کی اپنے استاذ سے محبت ہے۔

۳۔ نفس کی محبت، اور یہ مرد کی اپنی بیوی سے محبت ہے۔

۴۔ خیر خواہی اور انسانیت کی محبت اور یہ سب انسانوں کی آپس کی محبت ہے

۵۔ انانیت کی محبت، یعنی انسان کی اپنی نفس سے محبت ہے اور یہ ان محبتوں میں سب سے زیادہ مضبوط محبت ہے، اور یہ ایسی محبت ہے جس کو ازل سے نفس کی سرشت میں رکھا گیا ہے جیسا کہ دوسری محبتیں اس کی سرشت میں رکھی گئی ہیں۔

غور وفکر کا مرحلہ

اللہ تعالی اور اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات پر تاکید کی ہے کہ مومن کے دل میں اللہ اور اس کے رسول کی محبت تمام اقسامِ محبت سے زیادہ ہونی چاہیے اور محبت کے تمام مراتب سے اعلی وارفع ہونی چاہیے، اور اس کے معلوم کرنے کا ایک ہی طریقہ ہے کہ انسان اپنی تمام محبوبات اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں غور وفکر کرے اور سوچے تو یقیناً اس کی عقل یہ فیصلہ کرے گی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت، انانیت کی سرشت پر غالب ہے، اور اس انانیت کا نام ونشان ختم کردیتی ہے، اے مسلمان عقلمند آپ کے لئے سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی سیرت میں بہترین نمونہ ہے۔

امام بخاری رحمہ اللہ تعالی نے حضرت عبداللہ بن ہشام رضی اللہ عنہ سے

روایت نقل کی ہے کہ ایک دن ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑے ہوئے تھے، حضرت عمرؓ نے عرض کی: یا رسول اللہ! بے شک آپ مجھے ہر چیز سے زیادہ محبوب ہیں، سوائے میرے نفس کے!

تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایسا نہیں، قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے، جب تک میں آپ کے نفس سے بھی زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: بے شک اب تو آپ مجھے میرے نفس سے بھی زیادہ محبوب ہیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں! اب تمہارا ایمان مکمل ہو گیا، اے عمر۔

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا پہلا جواب اس فطرت کے مطابق تھا جس پر انسان کو پیدا کیا گیا ہے، پھر جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (لا) یعنی تیرا ایمان کامل نہیں ہوگا (قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے جب تک کہ میں آپ کے نفس سے بھی زیادہ محبوب نہ ہوں) تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب غور کیا تو اس نتیجہ پر پہنچے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کو ان کے نفس سے بھی زیادہ محبوب ہیں، کیوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی اس نفس کو دنیا اور آخرت کی ہلاکتوں سے بچانے والے ہیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس بات کی خبر دی جس تک وہ غور وفکر سے پہنچے، اور خبر بھی قسم کے ساتھ دی کہ: فإنه الآن والله . لأنت أحبَّ إليَّ من نفسي) بے شک اب تو بخدا آپ مجھے اپنے نفس سے بھی زیادہ محبوب ہیں! تو اس کے جواب میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو عظیم تسلی بخش جواب ملا (الآن یا عمر) یعنی اے عمر! اب آپ کو صحیح معرفت حاصل ہوئی اور آپ اس حقیقت تک پہنچ گئے جس تک پہنچنا ضروری ہے۔

تو بھائی! اگر آپ بھی اپنے اندر اس محبت میں غور وفکر کریں گے تو آپ بھی اسی نتیجہ پر پہنچیں گے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کی محبت کے سب سے زیادہ مستحق

ہیں، کیوں کہ جب آپ اس بات میں غور وفکر کریں گے کہ آپ کے نفس کی دائمی بقاء، خوشی اور دائمی نعمتوں کا ذریعہ صرف اور صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں اور یہ وہ منفعت ہے جو ہر قسم کی نعمتوں سے اعلی وارفع ہے، جن سے آپ منتفع ہوسکتے ہیں، اسی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے زیادہ مستحق ہیں کہ آپ کے ساتھ محبت دوسری تمام چیزوں کی محبتوں سے زیادہ ہو، اور (ہر انسان کو اپنے) نفس سے جو اس کے دونوں پہلوؤں کے درمیان ہے، اس لئے کہ وہ نفع اور خیر جو محبت پر ابھارتے ہیں وہ آپ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے دوسرں کے مقابلہ میں بلکہ اپنے نفس سے زیادہ حاصل ہیں اور جیسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کمالات وفضائل میں سب مخلوق سے افضل اور اعلی ہیں، اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم تمام کمالات، برکات اور فضائل کے جامع ہیں۔

یہ وہ حقائق ہیں جو نفس کی گہرائیوں میں قرار پکڑے ہوئے اور عقل کے ادارک میں جاگزیں ہیں، اس لیے کہ ہر مسلمان کے دل میں اللہ اور اس کے رسول کی محبت ہے، کیوں کہ اسلام دل میں اس محبت کے بغیر داخل ہی نہیں ہوسکتا، البتہ عام لوگوں کے اندر ان احسانات میں غور وفکر کرنے اور ان میں غفلت برتنے کی وجہ سے کافی تفاوت پایا جاتا ہے، اسی لئے دعوت الی اللہ کے جو اعلی طریقے ہیں ان میں ایک اہم طریقہ یہ ہے کہ سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل وکمالات کو بیان کیا جائے، اور کثرت سے بیان کیا جائے تاکہ خود آپ کو اس سے فائدہ ہو اور آپ کے علاوہ باقی ایمان والوں کو بھی اس سے فائدہ ہو اور غیر مسلموں کے لئے تالیفِ قلب اور دین حق سے قربت کا ذریعہ بنے اور اس کے ذریعہ آپ، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کے پھلوں میں سے ایک عظیم پھل حاصل کریں گے، جس کے بارے میں صحیح اور قطعی الثبوت احادیث وارد ہوئی ہیں، جن میں کوئی شک وشبہ نہیں۔

امام بخاری رحمہ اللہ اور امام مسلم رحمہ اللہ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ

عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"ثلاث من كن فيه وجد حلاوة الإيمان : أن يكون الله ورسوله احبّ إليه مماسواهما، وأن يحبّ المرء لايحبّه الا لله ، وأن يكره أن يعود فى الكفر كمايكره أن يقذف فى النار"

ترجمہ: ''تین صفات ایسی ہیں جس شخص میں وہ پائی جائیں گی اس نے ایمان کا مزہ چکھ لیا۔

۱: ایک یہ کہ اللہ اور اس کے رسول اسے ہر چیز سے زیادہ محبوب ہوں۔

۲: اگر کسی سے محبت کرے تو صرف اللہ کے لئے کرے۔

۳: کفر کی طرف لوٹنے کو اس طرح ناپسند کرے جیسے اپنے آپ کو آگ میں ڈالے جانے کو ناپسند کرتا ہے''۔

اور امام مسلمؒ نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے ہوئے سنا:

"ذاق طعم الإيمان من رضى بالله ربّا، وبالاسلام دينا ، وبمحمد رسولاً"

ترجمہ:۔''اس شخص نے ایمان کا مزہ چکھ لیا جو اللہ کے رب ہونے پر اور اسلام کے دین ہونے پر اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے رسول ہونے پر راضی ہو گیا''۔

محبت کیسے ثابت ہوگی

میرے مسلمان بھائی! جاننا چاہیے کہ محبت دعویٰ اور آرزوں کا نام نہیں بلکہ محبت کو بتلانے والی چیز اللہ اور اس کے رسول کے اوامر کو بجالانے اور ان کی منہیات سے بچنا ہے، اس اعتبار سے محبت کبھی فرض ہوتی ہے اور کبھی سنت ہوتی ہے۔

وہ محبت جو فرض ہے

یہ وہ محبت ہے جو نفس کو فرائض کے بجالانے اور گناہوں سے بچنے پر آمادہ کرے، اور اللہ نے جو کچھ اس کے لئے مقدر کیا ہے یہ محبت اس پر راضی ہونے پر آمادہ کرے۔پس جو شخص کسی معصیت میں مبتلا ہے یا اس نے کسی فرض کو چھوڑ دیا، یا کسی حرام فعل کا ارتکاب کیا تو اس کا سبب اس محبت میں کوتاہی ہوتا ہے کہ اس نے اس محبت پر نفس کی خواہشات کو مقدم کیا، اور یہ-العیاذ باللہ-غفلت کا نتیجہ ہوتا ہے۔

جو محبت سنت ہے

وہ یہ ہے کہ انسان نفلی عبادات کی پابندی کرے اور مشتبہ امور سے بچتا رہے۔

اس بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ وہ مومن جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرتا ہے، اس کے پاس شریعت کے جو بھی اوامر اور منہیات پہنچتے ہیں وہ مشکاۃِ نبوت سے ہی پہنچتے ہیں اور وہ صرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نقش قدم پر چلتا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت سے راضی اور انتہائی خوش ہوتا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق اپناتا ہے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو فیصلے فرمائے ہیں ان سے اپنے نفس میں کوئی تنگی محسوس نہیں کرتا، جس شخص نے ان امور پر اپنے نفس سے جہاد کیا اس نے ایمان کی حلاوت حاصل کرلی۔

امام بخاریؒ نے اپنی کتاب میں حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ کی روایت نقل کی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”إن الله تعالىٰ قال : من عادىٰ لي ولياً فقد آذنته بالحرب، وما تقرّب إليّ عبدي بشيء أحب إليّ ممّا افترضت عليه ، ولا يزال عبدي يتقرّب إليّ بالنوافل حتى أحبه ......“ الحديث

ترجمہ:۔”اللہ تعالی نے فرمایا: جس نے میرے دوست سے دشمنی کی تو میرا اس

کے غلاف اعلان جنگ ہے، اور میرا بندۂ مومن میرا تقرب (اعمال میں سے) کسی ایسے عمل کے ذریعے حاصل نہیں کرتا جو میرے نزدیک ان اعمال میں سے زیادہ مقبول ہو جو میں نے اس پر فرض کیے ہیں اور میرا وہ بندہ جسے ادائیگی فرائض کے ذریعے میرا تقرب حاصل ہے ہمیشہ نوافل کے ذریعے (یعنی ان طاعات وعبادات کے ذریعے جو فرائض کے علاوہ ہیں) میرا تقرب حاصل کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ میں اسے اپنا دوست بنالیتا ہوں"۔

پس اس حدیث نے محبت الٰہی کے اسباب کو دو امور میں بند کر دیا، ایک وہ جو فرائض کے اہتمام سے حاصل ہوتی ہے اور دوسری وہ جو کثرت نوافل سے۔

بے شک اللہ تعالیٰ سے محبت کرنے والا کثرت نوافل میں مشغول رہتا ہے، یہاں تک کہ وہ اللہ تعالیٰ کا محبوب بن جاتا ہے۔ جب بندہ اشتغال نوافل سے اللہ کا محبوب بن جاتا ہے تو اس اشتغال نوافل کی برکت سے اسے ایک اور محبت یا محبوبیت حاصل ہو جاتی ہے، جو پہلی محبت یا محبوبیت سے بڑھ کر ہوتی ہے۔ پس یہ تیسری محبت یا محبوبیت اس کثرت نوافل سے حاصل ہونے والی محبت سے بڑھ کر ہوتی ہے اور یہ بندے کے دل کو محبت الٰہی میں اس قدر مشغول و مستغرق کر دیتی ہے کہ وہ ذات الٰہی اور ان کے ذکر و عبادت کے علاوہ ہر قسم کی فکر و سوچ اور افکار و اوہام سے بے نیاز ہو جاتا ہے اور اس پر اس کی روح مکمل طور پر غالب آجاتی ہے، چنانچہ اس وقت اس کے ہاں محبوب کے ذکر، محبت اور اس جیسی دوسری چیزوں کے علاوہ کسی شئ کی کوئی اہمیت نہیں رہتی، بلکہ اس کے دل کی باگ دوڑ ذکر الٰہی اور محبتِ خداوندی وغیرہ کے ہاتھ میں آجاتی ہے۔ نیز اس کی روح اس کی جسمانی خواہشات پر اور ذکر اس کی روح پر غالب آجاتا ہے یعنی اس وقت ذکر و عبادت اس کے دل کی آواز و روح کی غذا بن جاتی ہے اور ملائکہ کی طرح اس کے اعمال و اذکار اس کے سانسوں کے ساتھ چلنے لگتے ہیں۔

تو حاصل کلام یہ ہے کہ مؤمن کے دل کے لئے ایک عمدہ اور باسعادت زندگی

کا حصول اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کے بغیر ممکن نہیں اور حقیقی زندگی تو محبین کی زندگی ہے جن کی آنکھیں اپنے حبیب سے ٹھنڈی ہیں، ان کے نفوس کو محبوب کی وجہ سے سکون مل چکا ہے اس کی وجہ سے ان کے دل مطمئن ہو چکے ہیں، اس کے قرب سے وہ مانوس ہو چکے ہیں اور اس کی محبت سے مزے لے رہے ہیں۔

محبت کی علامات اور محبت میں تاثیر پیدا کرنے والے امور

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کی محبت وہ قیمتی جوہر ہے جو دل میں ایک عظیم نور سے چمکتا ہے، اور اس کے لئے ضروری ہے کہ اس سے ایسی نورانی شعائیں نکلیں جو اس محبت کو بتائیں اور جیسے یہ شعائیں اس کے آثار میں سے ہیں اسی طرح اپنے اندر تاثیر بھی رکھتی ہیں جس سے محبت میں اضافہ ہوتا ہے اور اس میں ترقی ہوتی ہے، یہاں تک کہ محبت کرنے والا اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں محبوبیت کا درجہ حاصل کر لیتا ہے۔ بات یہ کہ معاملہ صرف یہی نہیں کہ آپ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کریں بلکہ اصل معاملہ نجاح وفلاح اور عظیم کامیابی کا یہ ہے کہ آپ سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم محبت کریں۔ اے اللہ ہمیں بھی ان میں سے بنا دیجئے۔ (آمین)

اب ہم اختصار کے ساتھ بعض ایسی علامات کو بیان کرتے ہیں جن سے محبت اور ایسے عوامل کا پتا چلتا ہے جو محبت پر اثر انداز ہوتے ہیں، اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ سب کو توفیق دے کہ ہم ان علامات پر درجہ بدرجہ کمال طریقے سے عمل کریں۔ (آمین)

۱: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتبّاع

اتباع، محبت کی سب سے بڑی علامت اور محبت کی ترقی میں قوی تاثیر رکھتی ہے، اتباع کا محبت کی علامت ہونا تو عیاں اور ظاہر ہے، کیوں کہ محبت کرنے والا ہمیشہ

اپنے محبوب کی موافقت کرتا ہے، وگرنہ وہ اپنے دعوی محبت میں جھوٹا ثابت ہوگا، اور اتباع، محبت میں مؤثر ہے تو وہ اس لئے کہ مومن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی تعلیمات کے جمال اور کمال کو عملی طور پر محسوس کرتا ہے اور تجربہ سے اس میں ایک ذوق پیدا ہو جاتا ہے، اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں اضافہ، اس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اسے قرب اور محبوبیت حاصل ہوتی ہے۔

اللہ کے ساتھ سچی محبت کے دعویٰ کو پرکھنے کے لئے اللہ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کو معیار بنایا ہے۔ ارشاد باری ہے:

﴿قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ﴾ [آل عمران : ۳۱]

ترجمہ:۔ ''آپ ان سے کہہ دیں اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری اتباع کرو، اللہ تم سے محبت کرے گا''۔

۲: قرآن کریم سے محبت

قرآن کریم اللہ تعالیٰ کا کلام ہے، حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا ثبوت اسی سے ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کریم کے ذریعہ مخلوق کو حق کی راہ بتائی ہے، اور اس کے بتائے ہوئے اخلاق کو پورا پورا اپنایا ہے، یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مخلوق میں سب سے اعلیٰ اخلاق پر فائز ہو گئے۔ جیسا کہ قرآن کریم میں ارشاد ہے:

﴿وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ﴾ [القلم : ۴]

ترجمہ: ''بے شک آپ اخلاق کے عظیم مقام پر ہیں''۔

اب آپ قرآن کریم کے ساتھ اپنے دل کی محبت کا امتحان لیجئے، اور اس کے سننے سے جو آپ کو لذت حاصل ہوتی ہے اس کا امتحان لیجئے، کہ کیا قرآن کریم سننے کی لذت گانے باجے سننے کی لذت سے زیادہ ہے؟ اگر معاملہ ایسا ہی ہے تو آپ سمجھ لیجئے کہ آپ قرآن کریم کی محبت میں سچے ہیں، کیوں کہ یہ ایک واضح حقیقت ہے کہ جب کوئی

شخص کسی سے محبت کرتا ہے تو اس کے نزدیک اس کی باتیں، اس کا کلام سب سے زیادہ محبوب ہوتا ہے، اور ایسی محبت قرآن کریم سے کیوں نہ ہو، جب کہ وہ اپنے الفاظ اور معانی کے اعتبار سے تمام آسمانی کتب پر فائق و برتر ہے، اور جو الفاظ اپنی گیرائی اور گہرائی کے اعتبار سے حق کی تجلیات پر مشتمل ہیں جس کے بیان کے جمال اور نظم کے کمال نے انسانوں اور جنوں کو اس کی مثل لانے سے عاجز کر دیا ہے اور اللہ تعالی نے اسے روح سے تعبیر فرمایا ہے، ارشاد باری ہے:

﴿وَ کَذٰلِکَ اَوۡحَیۡنَا اِلَیۡکَ رُوۡحاً مِّنۡ اَمۡرِنَا﴾[الزخوف ، آیة: ۵۲]

ترجمہ:۔ ”اور اسی طرح بھیجا ہم نے تیری طرف ایک فرشتہ اپنے حکم سے۔“

جس طرح روح اجساموں کے لئے حیاۃ اور زندگی کا سبب ہے، اسی طرح قرآن کریم تمام ارواحوں کی روح کی حیات اور زندگی کا سبب ہے، لہذا ایک مُحب اپنے محبوب کے کلام سے کیسے سیر ہو سکتا ہے جب کہ وہ محبوب ہی اس کا مطلوب و مقصود ہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کیا خوب فرمایا: ”اگر ہمارے دل پاک وصاف ہوتے تو ہم اللہ تعالی کے کلام سے کبھی سیر نہ ہوتے۔“

۳: آپ ﷺ کی سنت سے محبت، اور آپ کی حدیث پڑھنا

محبت کا لازمی نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ محب اپنے محبوب کے ساتھ ہر چیز میں موافقت اور اتفاق کرے۔ لہذا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کا تقاضہ یہ ہے کہ آپ کی سنت اور طریقہ کی اتباع کی جائے اور جو شخص خود اس سنت کو معلوم کرنے پر قادر نہیں اسے چاہیے کہ جو اس کا عالم ہے اس سے پوچھے، اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام کا حال ہے، جو ایسے محبوب کا کلام ہے جو افضل البشر ہے، اور وہ سب سے بہتر کلام ہے جو کسی انسان کی زبان سے نکلا ہے، یہ کلام معنی کے اعتبار سے خوبصورت اور الفاظ کے اعتبار سے نہایت عمدہ ہے، اگر آپ اس درجہ تک نہیں پہنچ سکے تو آپ اسے غور سے سنیں

اور ایسی مجلس میں جائیں جہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث پڑھی جاتی ہو، اب آپ خود فیصلہ کریں کہ حدیث کی ان مجالس اور ان حلقوں سے آپ کی کیا نسبت ہے؟

۴: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت اور شمائل سے محبت

یہ محبت کا طبعی تقاضا ہے کہ محبّ اپنے محبوب کو پہچانے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت اور شمائل ہی آپ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کی پہچان کرائیں گے۔ علیہ افضل الصلاۃ و اتمّ التسلیم ۔اور آپ کی سیرت اور شمائل کے اعتبار سے جتنا آپ کے علم میں اضافہ ہوگا اتنا ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آپ کی محبت میں اضافہ ہوگا، کیوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کمالات کے علم کے بعد آپ کی معرفت میں اضافہ ہوگا۔اور پھر آپ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں کمال حاصل ہوگا، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانیت شریفہ آپ کے دل پر چھا جائے گی، پھر اللہ تعالی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانیت شریفہ کو آپ کے لئے استاذ، معلم، شیخ اور مُقتدیٰ بنا دیں گے، جیسا کہ اللہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا نبی، اپنا رسول اور اپنا ھادی بنایا ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ ایک مومن محبّ کے لئے ضروری ہے کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت، آپ کے ابتدائی حالات، آپ پر وحی کے نزول کی کیفیت کا علم، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات، اخلاق، حرکات وسکنات، آپ کے جاگنے اور سونے، اپنے رب کی عبادت کرنے، گھر والوں کے ساتھ حسن معاشرت، صحابہ کرامؓ کے ساتھ آپ کا کریمانہ معاملہ اور اس طرح کے دوسرے امور کو پہچانے اور ان کا علم حاصل کرے، اور ایسا ہو جائے گویا وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آپ کے صحابہؓ میں سے ایک ہے۔

۵: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکرِ خیر کثرت سے کرنا اور جب بھی آپ کا ذکر آئے آپ کی تعظیم کرنا

بعض بزرگوں کا قول ہے کہ ''محبت نام ہے محبوب کو ہر وقت یاد کرنے کا'' اور تمام عقلاء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ جو شخص کسی سے محبت کرتا ہے تو وہ اس کا ذکر بار بار کرتا ہے۔

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر کے ساتھ آپ کی تعظیم میں یہ بھی شامل ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ''سیدنا'' استعمال کیا جائے، اور آپ کے نام کے ذکر کرنے یا سننے کے وقت خشوع وخضوع کا اظہار کیا جائے، اور یہ بہت سے صحابہ کرام اور ان کے بعد آنے والے حضرات سے ثابت ہے۔

بطور مثال حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے ایک دن فرمایا: "قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: تو تھرتھرانے لگے اور ان کے کپڑے بھی ہلنے لگے۔

یہ کیفیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم کی وجہ سے طاری ہوئی، عنقریب، صلح حدیبیہ کی حدیث اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت اور تعظیم کا بیان آنے والا ہے۔

٦: آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملنے کا انتہائی شوق

ہر مُحب اپنے محبوب سے ملنے کا مشتاق ہوتا ہے، تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ محبت کرنے والے کا کیا حال ہوگا! وہ چاہتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھے اور آخرت میں آپ کی ذات سے ملاقات ہو، اسی لئے لوگوں نے یہاں تک کہہ دیا ہے کہ ''محبت تو محبوب کے اشتیاق کا نام ہے''۔

اس سلسلہ میں ایک مشہور واقعہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا ہے کہ جب ان کو

موت کا استحضار ہوا تو ان کی بیوی کی زبان سے پریشانی کی حالت میں یہ الفاظ نکلے ''واہ حَــرَبـــاہ '' ہائے میرا گھر ویران ہو گیا، تو اس کے جواب میں حضرت بلال رضی اللہ نے فرمایا:

'' واطربا، غداً ألقى الأحبة، محمداً و صحبه''.

ترجمہ: ''او میری خوشی! کل میں اپنے محبوبوں سے ملوں گا، حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ سے''۔

۷: آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر کثرت سے درود وسلام پڑھنا

آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر کثرت سے درود وسلام پڑھنا، یہ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کثرت سے یاد کرنے، آپ کی تعظیم کرنے اور آپ سے ملنے کا شوق رکھنے کا لازمی نتیجہ ہے اور اس سلسلہ میں ہمارے لئے اللہ تعالی کا یہ فرمان ہی کافی ہے:

﴿إِنَّ اللّٰهَ وَ مَلَائِكَتَهُ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يَاأَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا﴾ [سورة الأحزاب:٥٦]

ترجمہ: ''اللہ اور اس کے فرشتے رحمت بھیجتے ہیں رسول پر، اے ایمان والو! رحمت بھیجو اس پر اور سلام بھیجو سلام کہہ کر۔''

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان:

'' من صلّٰى عليّ صلاة واحدة صلّى الله عليه بها عشراً'' اخرجه مسلم واصحاب السنن.

ترجمہ: ''جس نے مجھ پر ایک بار درود بھیجا اللہ اس پر دس رحمتیں نازل فرماتے ہیں''۔

اور آپ صلی اللہ علیہ کا یہ ارشاد کہ جبریل علیہ السلام نے مجھ سے فرمایا:

''ألا أبشّرك إن الله عزوجل يقول: من صلّیٰ عليك صلّيتُ عليه، ومن سلّم عليك سلّمتُ عليه'' رواه أحمد وحاكم وصححه ووافقه

الذهبی.

ترجمہ: ''کیا میں آپ کو خوش خبری نہ سناؤں...... اللہ عز وجل فرماتے ہیں، جس نے آپ پر درود پڑھا، میں اس پر رحمت نازل کروں گا، اور جس نے آپ پر سلام بھیجا میں اس پر سلامتی نازل کروں گا۔''

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہے:

"إن أولى الناس بي يوم القيامة أكثرهم عليّ صلاة " صححه ابن حبان

ترجمہ: ''قیامت کے دن سب سے زیادہ میرے قریب وہ شخص ہوگا جو مجھ پر زیادہ درود پڑھے گا۔''

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے محبین کے لئے خصوصاً یہ حدیث قابل ذکر ہے جسے حضرت انس رضی اللہ نے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"من صلّى عليّ بلغتني صلاتُه ، و صلّيتُ عليه ، و كُتِبَ له سوى ذلك عشرُ حسناتٍ"(طبرانی في الاوسط باسناد لا باس به و له شواهد بإسناد حسن عن ابن مسعود)

ترجمہ: ''جس نے مجھ پر درور پڑھا، اس کا درود مجھ تک پہنچتا ہے اور میں اس کے لئے دعائے رحمت کرتا ہوں اور اس کے لئے دس مزید نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔''

تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود وسلام بھیجنا گویا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بمنزلہ مناجات کے ہے، کہ جب آپ یہ کہتے ہیں:

"اللّٰهم صَلِّ على سيدنا محمد و سلم"

ترجمہ: ''اے اللہ رحمت اور سلامتی نازل فرما، ہمارے سردار حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر۔''

تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم جواب میں فرماتے ہیں:

"صلی اللہ علیک یا فلان"

ترجمہ: ''اللہ تعالیٰ تجھ پر اپنی رحمت فرمائے، اے فلانے''۔

اے اللہ! آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب مبارک کو ہمارے اوپر پھیر دے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہماری جانب سے وہ بہترین بدلہ دے جو آپ نے کسی نبی کو اس کی امت کی طرف سے دیا ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا
نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم سے محبت کرنا

اس میں کوئی شک نہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت دوسروں کی نسبت زیادہ تھی، اس لیے کہ یہ محبت مشاہدے اور دیکھنے کی تھی، اور دیکھنا اور سننا برابر نہیں، (شنیدہ کے بود مانند دیدہ)

یہاں تک کہ جو حضرات آخر میں اسلام لائے، وہ بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فضل وکمال کے معترف تھے، کیونکہ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کمال اور آپ کی نبوت کے دلائل کا خود مشاہدہ کیا تھا۔ لیکن ان کیلئے قبولِ حق سے جو چیز رکاوٹ بنی وہ حمیتِ جاہلیت اور اپنے باپ دادوں پر فخر کرنا تھا، لیکن جوں ہی اس حمیت کا پردہ چاک ہوا، وہ ایمان لے آئے، اور ان کا ایمان بھی عظیم ایمان تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کی محبت بھی عظیم تھی، یہاں تک کہ انہوں نے اپنے مال اور اپنی جانیں آپ پر قربان کردیں۔

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کا بیان سنیے کہ:

"ما کان احد احبّ الیّ من رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم ..."

ترجمہ: "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ مجھے کوئی بھی محبوب نہ تھا"۔

اور ان ہی جیسے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ ہیں، جن کی عقل سلیم نے ان کی راہنمائی کی اور وہ اسلام لے آئے، اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی راہ میں اپنے آپ کو قربان کردیا، جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے "سیف اللہ" اللہ کی تلوار کا

لقب دیا۔

یہی وہ خالدؓ ہیں جن کی زبان سے وفات کے وقت یہ الفاظ نکل رہے ہیں:

"حضرت مائة معركة ، وما في جسمي موضع إلا فيه ضربة بسيف ، أو طعنة برمح ، او رمية بسهم ، ثم ها انذا أموت على فراشي كما يموت البعير ، فلا نامت أعين الجبناء".

ترجمہ: ''میں سو معرکوں میں شریک رہا ہوں اور میرے جسم میں کوئی جگہ ایسی نہیں جہاں تلوار، نیزہ یا تیر کے زخم کا نشان نہ ہو لیکن اب بستر پر مر رہا ہوں جیسے اونٹ اپنی جگہ مرتا ہے اللہ کرے بزدلوں کو نیند نہ آئے۔''

عام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے حالات مشہور اور تواتر سے ہم تک پہنچے ہیں اور خاص خاص افراد کے حالات بھی صحیح اور ثابت ہیں، اس لیے یہاں ہم ان کے حالات کو نہایت اختصار سے ذکر کرتے ہیں۔

اور اس کی ابتداء ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے حالات سے کرتے ہیں جن کو مکہ مکرمہ میں سخت ترین ایذائیں دی گئیں اور انہوں نے اللہ کے ذکر اور اس کی توحید سے اس کا مقابلہ کیا، حضرت بلالؓ جن کی زبان سے: "أحد أحد" کی آواز بلند ہوتی ہے، اور وہ اس شدید ترین عذاب کو ایمان کی حلاوت اور اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کی چاشنی سے ملا دیتے ہیں ، اور جس کے بعد حضرت بلالؓ اور ان جیسے دوسرے حضرات ۔رضی اللہ عنہم ۔اس ایذاء اور عذاب کی پرواہ نہ کرتے تھے، چاہے وہ کتنا ہی سخت ہو۔

غزوہ بدر میں صحابہ کرام کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت

اہل بدر کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں اپنی جانوں کا قربان کرنا سب کو معلوم ہے۔رضی اللہ عنہم۔

معرکۂ بدر کی تیاری کے وقت حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ جو انصار کے

بڑے سرداروں میں سے تھے، اور جنہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے سائبان بنانے کا مشورہ دیا تاکہ آپ اس کے سائے میں بیٹھیں۔ انہوں نے فرمایا:

''یارسول اللہ! مدینہ میں کچھ لوگ ایسے پیچھے رہ گئے ہیں کہ ہم ان کے مقابلہ میں آپ سے زیادہ محبت کرنے والے نہیں، اگر ان کو معلوم ہوجاتا کہ آپ کو جنگ درپیش ہوگی تو وہ ہرگز آپ کے پیچھے نہ رہتے، اللہ ان کی وجہ سے آپ کی حفاظت فرمائے گا، وہ آپ کے خیر خواہ ہیں، آپ کے ساتھ مل کر جہاد کرنے والے ہیں''۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی تعریف فرمائی اور ان کے لئے خیر کی دعاء فرمائی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے سائبان بنایا گیا جس میں آپ نے آرام فرمایا اور سوائے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے کسی کو تلوار اٹھا کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی چوکیداری کی جرأت نہیں ہوئی، پھر جب معرکہ شروع ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم دشمنوں کی صفوں میں داخل ہوگئے، اور زرہ پہنے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم قرآن کریم کی یہ آیت پڑھ رہے تھے:

﴿سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ﴾[القمر: ۴۵]

ترجمہ: ''اب شکست کھائے گا یہ مجمع اور بھاگیں گے پیٹھ پھیر کر۔''

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ انتہائی درجہ کی محبت پر یہ غزوۂ بدر شہادت ہے، ایسی محبت جس میں اپنی جان اور ہر قیمتی چیز کی قربانی ہے، جس کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اقرار فرمایا۔

غزوۂ رجیع میں صحابہ کرامؓ کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت

مشرکین نے قراء صحابہ رضی اللہ عنہم کو بلا کر عہد شکنی کی اور جب مقابلہ ہوا تو بعض کو قتل کردیا اور دو صحابہ ان مشرکین کے امن کے وعدہ سے دھوکا کھا کر ان کی قید میں چلے گئے۔ اور پھر وہ ان کو مکہ مکرمہ لے گئے، تاکہ مکہ کے مشرک ان کو اپنے ان مقتولین

کے بدلے میں قتل کریں جن کو مسلمانوں نے بدر میں قتل کیا تھا۔ وہ دو حضرات: زید بن دَثِنہ اور خبیب بن عدی رضی اللہ عنہما تھے۔

حضرت خبیب رضی اللہ سے مشرکین نے کہا: کیا تجھے یہ بات پسند ہے کہ تمہاری جگہ محمد ہوتے؟ تو انہوں نے جواب میں فرمایا:

''اللہ عظیم کی قسم! ہرگز نہیں۔ مجھے تو یہ بھی پسند نہیں کہ میری جان کے بدلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاؤں مبارک میں کانٹا چبھ جائے''۔

حضرت زید بن دَثِنہ رضی اللہ عنہ سے مشرکین کے سردار ابوسفیان نے قتل کے وقت کہا: اے زید! میں تجھے اللہ کا واسطہ دے کر کہتا ہوں، بتاؤ! کیا تمہیں یہ بات پسند ہے کہ محمد اس وقت ہمارے پاس تمہاری جگہ ہوتے اور ان کی گردن مار ڈالی جاتی، اور تم اپنے گھر میں اپنے اہل وعیال کے ساتھ ہوتے؟ تو انہوں نے جواب دیا: کہ بخدا مجھے تو یہ بھی پسند نہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم جہاں بھی اس وقت تشریف فرما ہیں وہاں ان کے پاؤں مبارک میں کانٹا چبھے اور اس سے ان کو تکلیف ہو، اور میں اپنے گھر میں بیٹھا رہوں۔

اس پر ابوسفیان نے کہا: ''میں نے لوگوں میں کسی کو کسی سے اتنی محبت کرتا نہیں دیکھا جتنا کہ محمد کے صحابہ محمد سے محبت کرتے ہیں''۔

عام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے انتہائی محبت پر یہ شہادت کافی ہے۔

غزوہ مصطلق میں صحابہ کرام کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع ملی کہ قبیلہ بنو المصطلق اپنے سردار حارث بن ابوضرار کی قیادت میں آپ سے جنگ کی تیاری کر رہا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبل اس کے کہ وہ حملہ کریں، ان پر حملہ کر دیا، اور بے شمار لوگوں کو قیدی بنالیا، اور ان کی

عورتوں اور بچوں کو غلام بنالیا، اوران کی تعداد بھی بہت تھی اور پھران کو مسلمانوں میں تقسیم کردیا، ان غلاموں میں اس قبیلہ کے سردار حارث بن ابوضرار کی بیٹی جُویریہ بھی تھی، جویریہ نے اپنے مالک سے (جس کے حصہ میں آئی تھی) مکاتبت کردی یعنی اس سے یہ معاہدہ کرلیا تھا کہ اگر وہ اتنا مال اسے دے دے گی تو وہ اسے آزاد کردے گا۔

ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جویریہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور آپ سے مکاتبت کے سلسلہ میں مدد کی درخواست کی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا اس سے بھی بہتر صورت پسند کروگی؟ وہ کہنے لگی، یارسول اللہ! وہ کیا صورت ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں تمہاری کتابت کا سارا مال ادا کردوں اور تجھ سے نکاح کرلوں، اس نے کہا ہاں یارسول اللہ، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے ایسا کردیا، ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں یہ خبر جب لوگوں تک پہنچی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جویریہ بنت حارث بن ابوضرار سے شادی کرلی ہے، تو صحابہ کرامؓ فرمانے لگے:

حضرت جویریہ کا قبیلہ وقوم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سسرال والے بن گئے ہیں، اور صحابہ کرامؓ نے تمام ان غلاموں کو جن کے وہ مالک بن گئے تھے، آزاد کردیا، یعنی بغیر کوئی بدلہ لئے ہوئے اللہ کے لئے آزاد کردیا۔

ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس نکاح سے بنو مصطلق کے ایک سو خاندان آزاد ہوئے اور میں نے اس عورت سے زیادہ اپنی قوم کے لئے برکت والی کوئی عورت نہیں دیکھی۔

صحابہ کرامؓ کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا خوب محبت ہے، بنی مصطلق کے سو گھرانے یعنی سو خاندان، جن کے افراد کی تعداد سات سو بتائی گئی ہے، جن میں سے ہر ایک فرد کی قیمت ہمارے آج کے دور میں عمدہ قسم کی گاڑی کے برابر ہے، ان سب کو

صرف اس لئے صحابہ کرامؓ نے آزاد کردیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قبیلہ کی ایک خاتون سے شادی کی ہے، یہ سب ان کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ محبت کا نتیجہ تھا، کیوں کہ وہ قبیلہ والے آپ کے سسرال بن چکے تھے۔

غزوہ حدیبیہ میں صحابہ کرامؓ کی آپ سے محبت

مشرکین مکہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کو حدیبیہ کے مقام پر مکہ مکرمہ میں داخل ہونے اور عمرہ ادا کرنے سے روک دیا تھا، جب کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بار بار اعلان فرما رہے تھے اور عوام وخواص کو تاکید کے ساتھ فرما رہے تھے کہ وہ قتال کے لئے نہیں آئے بلکہ بیت اللہ کی تعظیم اور عمرہ ادا کرنے آئے ہیں، ادھر قریش کے نمائندے بھی برابر آرہے تھے اور اس سلسلے میں گفتگو کر رہے تھے، ان نمائندوں میں ایک عروہ بن مسعود ثقفی بھی تھا اور اس کے مذاکرات بخاری اور حدیث کی دوسری کتابوں میں مذکور اور مشہور ہیں اور اس میں یہ بھی ہے کہ عروہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کو غور سے دیکھ رہا تھا جن کا نقشہ اس نے ان الفاظ میں کھینچا ہے۔

"بخدا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگر تھوکتے تو وہ ان صحابہ کرامؓ کے ہاتھ میں پڑتا ہے جسے وہ اپنے منہ اور جسم پر مل لیتے ہیں، جب آپ کسی چیز کا حکم دیتے ہیں تو اس کی تعمیل میں ہر ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کرتا ہے، اور جب آپ وضو فرماتے تو قریب تھا کہ اس پانی کو لینے کے لئے جھگڑ پڑیں اور جب آپ گفتگو فرماتے تو وہ سب خاموش ہو جاتے۔ اور ادب و تعظیم کی بنا پر آپ کی طرف نظر اٹھا کر نہیں دیکھتے۔"

عروۃ نے واپس جا کر اپنے لوگوں سے کہا: اے میری قوم! بخدا میں بادشاہوں کے دربار میں حاضر ہوا ہوں، میں قیصر، کسریٰ، اور نجاشی کے دربار میں حاضر ہوا، لیکن بخدا میں نے کسی بادشاہ کو نہیں دیکھا کہ اس کی رعایا اس کی اتنی تعظیم کرتی ہو جتنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم کرتے ہیں۔

اور عام اوقات میں (صحابہ کرام کی محبت کی) یہ دو مشہور حدیثیں ہیں۔

امام بیہقی نے انصار میں سے ایک صحابی سے روایت نقل کی ہے کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب وضو فرماتے یا تھوکتے تو آپ کے پانی اور تھوک کو حاصل کرنے کے لئے ہر ایک شخص آگے بڑھتا اور اسے لے کر اپنے چہروں اور جسم پر ملتا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا کہ تم ایسا کیوں کرتے ہو؟ انہوں نے عرض کیا کہ: برکت حاصل کرنے کے لئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس شخص کو یہ بات پسند ہو کہ اس سے اللہ اور اس کے رسول محبت کریں تو اسے چاہیے کہ ہمیشہ سچ بولے، امانت ادا کرے اور اپنے پڑوسی کو ایذاء نہ دے۔''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا اس لئے تھا کہ صحابہ کرامؓ کے جواب میں محبت جھلک رہی تھی تو آپ نے ان کو ایسے سلوک کی رہنمائی فرمائی جو اس محبت کی طرف لے جانے والا ہے، حالانکہ پہلے سے صحابہ کرامؓ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اتنی محبت حاصل تھی، کہ آپ کے بچے ہوئے پانی کو چہروں پر ملتے تھے۔

امام طبرانی نے حضرت عبدالرحمٰن بن حارث سُلمی رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ: ہم ایک دفعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے تھے کہ آپ نے پانی منگایا، اس میں ہاتھ ڈال کر وضو فرمایا، ہم نے وہ پانی لے کر پی لیا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہیں کس چیز نے اس عمل پر آمادہ کیا؟ ہم نے عرض کیا: اللہ اور اس کے رسول کی محبت نے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اگر تم چاہتے ہو کہ اللہ اور اس کے رسول تم سے محبت کریں تو تم (یہ کام کرو کہ) اگر تمہارے پاس امانت رکھی جائے تو اسے ادا کرو، اور جب بات کرو تو سچ بولو، اور جو تمہارے پڑوس میں آ کر رہے اس سے اچھا سلوک کرو۔''

غزوہ حنین میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا انصار کو خوشخبری دینا

امام بخاری رحمہ اللہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے جب حنین کا معرکہ ہوا تو ھوازِن اور غطفان وغیرہ قبائل آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ میں اپنے جانوروں اور عورتوں اور بچوں کے ساتھ آ کھڑے ہوئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دس ہزار صحابہ اور مکہ کے نومسلم تھے، جب مقابلہ ہوا تو ابتداء میں صحابہ اِدھر اُدھر ہو گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم تنہا رہ گئے، اس موقع پر آپ نے دو الگ الگ آوازیں لگائیں دونوں کو ملایا نہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دائیں جانب نگاہ فرمائی اور آواز دی: او انصار کی جماعت! تو سب نے بیک آواز جواب دیا: ہم حاضر ہیں یارسول اللہ! آپ خوش ہو جائیں، ہم آپ کے ساتھ ہیں، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بائیں جانب نگاہ فرمائی اور آواز دی: ''او انصار'' تو انصار نے جواب دیا: ہم حاضر ہیں یارسول اللہ! آپ خوش ہو جائیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے سفید خچر پر سوار تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس سے اترے اور فرمایا: میں اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں۔ مشرکین کو شکست ہوئی اور اس دن بہت زیادہ مالِ غنیمت حاصل ہوا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ مال مہاجرین اور نومسلموں میں تقسیم کر دیا اور انصار کو کچھ نہیں دیا تو بعض نوجوان انصار نے کہا: سختی کے وقت تو ہمیں بلایا جاتا ہے اور مالِ غنیمت دوسروں کو دیا جاتا ہے! آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب ان کا یہ مقولہ پہنچا تو آپ نے ان کو ایک خیمہ میں جمع کر کے فرمایا: اے انصار کی جماعت! مجھے کیا بات پہنچی ہے؟ وہ خاموش ہو گئے، پھر آپ نے فرمایا: اے انصار کی جماعت! کیا تمہیں یہ بات پسند نہیں کہ لوگ تو دنیا لے کر اپنے گھروں کو لوٹیں اور تم اللہ کے رسول کو ساتھ لے کر اپنے گھروں کو جاؤ؟ سب نے جواب دیا: کیوں نہیں، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اگر لوگ ایک وادی میں چلیں اور انصار دوسری وادی میں تو میں انصار کی وادی میں چلوں گا''۔

قبیلہ ثقیف اور ھوازن وغیرہ اپنے ساتھ معرکہ میں مال، مویشی، عورتیں اور اپنے بچوں کو بھی ساتھ لائے تھے تاکہ ان کی موجودگی میں خوب جوش سے لڑیں اور شکست سے بچ جائیں، لیکن اس کے برعکس وہ سب کچھ مسلمانوں کے ہاتھ مالِ غنیمت کے طور پر آ گیا، یہاں تک کہ قیدیوں اور غلاموں سے گھر، جھونپڑیاں اور جگہیں بھر گئیں، لیکن مہاجرین اور انصار قیدیوں اور غلاموں میں اپنا حصہ وصول کرنے سے دستبردار ہو گئے، اس طرح وہ سب آزاد ہو گئے، اور یہ سب صحابہ کرامؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رضامندی حاصل کرنے کے لئے کیا، اور یہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے انتہائی محبت کی دلیل ہے۔

اسی واقعہ کے ساتھ یہ بھی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے تو آپ ''صفا'' پر کھڑے ہو گئے اور اللہ تعالی سے دعا فرمانے لگے، انصار آپ کو غور سے دیکھ رہے تھے اور آپس میں چہ میگوئیاں کرنے لگے کہ ایسا تو نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے جب اللہ تعالی ان کے شہر اور سرزمین کو فتح فرمادے تو آپ یہاں ہی اقامت فرمالیں؟ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم دعا سے فارغ ہوئے تو انصار سے فرمایا: تم کیا بات کر رہے تھے؟ انصار نے عرض کیا: کوئی خاص بات نہیں تھی لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم برابر اصرار فرماتے رہے یہاں تک کہ انہوں نے اپنی بات ظاہر کر دی، اس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''معاذ اللہ! میرا تو جینا بھی آپ کے ساتھ اور مرنا بھی آپ کے ساتھ ہے۔''

اس واقعہ میں انصار کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت اور اس بات کا خوف کہ کہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو چھوڑ نہ دیں، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ان سے محبت واضح ہے۔ اور اس میں آپ کا غیب کی خبر دینا معجزہ ہے، کیوں کہ کسی شخص کو معلوم نہیں کہ کس زمین میں اس کی وفات ہو گی۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ایک دوسرے سے آگے بڑھنا۔

امام طبرانی رحمہ اللہ نے حضرت کعب بن عجرہ سے روایت نقل کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ: ایک دن ہم مسجد میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بیٹھے تھے، ایک جماعت انصار کی، ایک مہاجرین کی، ایک بنو ہاشم کی، پس ہماری آپس میں بحث چھڑ گئی کہ ہم میں سے کون رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زیادہ قریب اور زیادہ محبوب ہے۔

ہم نے کہا: ہم انصار کی جماعت آپ پر ایمان لائے، آپ کی اتباع کی، آپ کے ساتھ مل کر جہاد کیا، اور ہماری جماعت دشمن کے سامنے رہی، لہذا ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زیادہ قریب اور آپ کے زیادہ محبوب ہیں۔

ہمارے بھائی مہاجرین نے کہا کہ: ہم وہ ہیں جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ ہجرت کی، اپنے قبیلے، بیوی، بچوں اور اموال کو چھوڑا، اور جس جگہ آپ حاضر ہوئے ہم بھی حاضر ہوئے اور جن غزوات میں آپ حاضر ہوئے ہم بھی حاضر ہوئے، لہذا ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زیادہ قریب اور زیادہ محبوب ہیں۔

ہمارے بھائی بنو ہاشم نے کہا کہ: ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان کے لوگ ہیں،، اور ہم ان تمام جگہوں پر حاضر ہوئے جہاں آپ حاضر ہوئے اور تمام غزوات میں جہاں آپ شریک ہوئے ہم بھی شریک ہوئے، لہذا ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زیادہ قریب اور آپ کے زیادہ محبوب ہیں۔

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور ہماری طرف متوجہ ہو کر فرمایا: تم لوگ کچھ باتیں کر رہے تھے؟ تو ہم نے اپنی باتیں آپ کے سامنے پیش کیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار سے مخاطب ہو کر فرمایا: تم نے سچ کہا، کون ہے جو تمہاری بات

کو رد کرے اور ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے مہاجر بھائیوں کی گفتگو بھی سنائی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انہوں نے سچ کہا ہے، کون ہے جو ان کی بات کو رد کرے۔ اور ہم نے آپ کو بنو ہاشم کی گفتگو سنائی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انہوں نے سچ کہا ہے کون ہے جو ان کی بات کو رد کرے ؟

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا میں تم میں فیصلہ نہ کروں ؟ ہم نے عرض کیا: کیوں نہیں، ہمارے باپ اور ہماری مائیں آپ پر قربان ہوں یا رسول اللہ! تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے انصار کی جماعت! میں تو آپ ہی کا بھائی ہوں، انصار نے "اللہ أکبر" کا نعرہ لگایا۔ اور اے مہاجرین کی جماعت! میں تو آپ میں سے ہوں، انہوں نے بھی "اللہ اکبر" کا نعرہ لگایا، اور اے بنو ہاشم! آپ تو مجھ سے ہیں اور میرے ساتھ ہیں پس ہم اس حال میں مجلس سے اٹھے کہ ہم سب خوش تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر غبطہ کر رہے تھے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی محبت کے مظاہر میں سے

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی وہ حدیث ہے جس میں آپ فرماتے ہیں: "جس دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں داخل ہوئے اس دن مدینہ کی ہر چیز روشن ہوگئی اور جس دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی اس دن ہر چیز پر اندھیرا چھا گیا۔"

امام بخاری رحمہ اللہ تعالی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ ایک شخص نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے قیامت کے بارے میں سوال کیا (کہ وہ کب آئے گی) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا: تو نے قیامت کے لئے کیا تیاری کی ہے؟ اس نے عرض کیا: کچھ نہیں، مگر میں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرتا ہوں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تجھے اس کی رفاقت نصیب ہوگی جس سے تجھے محبت

ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ۔ کسی چیز سے اتنے خوش نہیں ہوئے جتنے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول سے خوش ہوئے کہ " انت مع من احببت " تجھے اس کی رفاقت نصیب ہوگی جس سے تجھے محبت ہے۔

یہ حدیث بیان کر کے حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

پس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرتا ہوں، ابو بکرؓ وعمرؓ سے محبت کرتا ہوں اور مجھے امید ہے کہ میری اس محبت کی وجہ سے ان سے رفاقت نصیب ہوگی اگر چہ میں ان جیسے اعمال نہ کرسکوں۔"

اور حدیث میں بھی یہ الفاظ آئے ہیں: "المرأ مع من أحبّ "اور اس کے آخر میں بھی اس طرح کے جملے آئے ہیں۔

یہی حال سب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا تھا، اسی میں حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ کا قول بھی ہے، فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں یعنی صحابہ کرام کو اپنے مال، اپنی اولاد، اپنے باپ اور ماں سے بھی زیادہ محبوب تھے اور اس ٹھنڈے پانی سے بھی جو سخت پیاس کے بعد پیا جاتا ہے۔ حضرت علی کرّم اللہ وجہہ کا یہ فرمانا ہے "احبّ إلینا " سے مراد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں، کیوں کہ جب کوئی صحابی جمع کا صیغہ استعمال کرتا ہے، جیسے یہاں استعمال ہوا ہے تو وہاں سب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مراد ہوتے ہیں۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ محبت کے خاص خاص واقعات

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ کی محبت

بَزّار

بزار رحمہ اللہ تعالی نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے۔(اس کی اَصل صحیح بخاری میں حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے مختصر روایت ہے) کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خطبہ دیا اور فرمایا: اے لوگو! سب سے زیادہ بہادر کون ہے؟ لوگوں نے کہا: اے امیر المؤمنین وہ آپ ہیں، تو انہوں نے فرمایا: جہاں تک میرا تعلق ہے، مجھ سے جس نے بھی مقابلہ کیا تو میں نے اس سے بدلہ لیا ہے۔ لیکن سب سے زیادہ بہادر ابو بکر رضی اللہ عنہ ہیں، ہم نے غزوۂ بدر کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ایک سائبان (خیمہ) بنایا اور ہم آپس میں کہنے لگے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آج کون ہوگا، تاکہ مشرکین میں سے کوئی آپ کی طرف نہ آسکے! پس بخُدا ہم میں سے ابو بکر کے سوا کوئی بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب نہیں گیا۔ وہ تلوار تانے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر پر کھڑے ہوگئے، اور جو مشرک بھی آپ کی طرف آتا، آپ اس کے سامنے کھڑے ہوجاتے۔ یہ سب لوگوں میں زیادہ بہادر ہیں۔

نیز حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: میں نے قریش کو دیکھا کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پکڑا ہوا ہے، کوئی آپ کو مار رہا ہے کوئی برا بھلا کہہ رہا ہے، کوئی دھکے دے رہا ہے اور کہہ رہے ہیں: تو نے اتنے معبودوں کو چھوڑ کر صرف ایک

معبود چُن لیا ہے ؟ پس بخدا ہم میں سے کوئی بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب نہیں آیا سوائے ابوبکر رضی اللہ عنہ کے، وہ آئے اور کسی کو مار رہے ہیں، کسی سے لڑ رہے ہیں اور کسی کو دھکا دے رہا ہیں، اور کہہ رہے ہیں: تم ہلاک ہو جاؤ، تم ایسے شخص کو قتل کرنا چاہتے ہو جو یہ کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے؟!

پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے اوپر سے چادر اُتاری اور رونے لگے یہاں تک کہ ان کی داڑھی آنسوؤں سے تر ہوگئی۔ پھر فرمانے لگے کہ مجھے بتاؤ کہ فرعون کے خاندان کا مؤمن بہتر ہے یا ابوبکر؟ لوگ خاموش ہو گئے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: بخدا ابوبکر کی ایک گھڑی فرعون کے خاندان کے مؤمن سے زمین بھر جائے ان سے بہتر ہے، کیونکہ فرعون کے خاندان کے شخص نے ایمان چھپا رکھا تھا اور ابوبکر وہ ہیں جنہوں نے اپنے ایمان کا اعلان کیا تھا۔) واقعہ ختم ہوا

امام بیہقیؒ رحمہ اللہ نے محمد بن سیرین سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں کچھ لوگ آپس میں تبصرہ کر رہے تھے، جس سے یہ ظاہر ہوتا تھا کہ وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پر فضیلت دے رہے ہیں، جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو یہ بات پہنچی تو وہ فرمانے لگے : بخدا ابوبکر کی ایک رات آلِ عُمرؓ سے بہتر ہے اور ابوبکر کا ایک دن آلِ عُمرؓ سے بہتر ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک رات گھر سے نکلے اور غار کی طرف روانہ ہو گئے اور آپ کے ساتھ ابوبکر بھی تھے اور وہ کبھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے اور کبھی آپ کے پیچھے چلتے تھے، یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سمجھ گئے اور فرمانے لگے: اے ابوبکر! کیا بات ہے کبھی آپ میرے پیچھے اور کبھی میرے آگے چلتے ہیں ؟ تو آپ نے عرض کیا یارسول اللہ! کبھی میں سوچتا ہوں کہ ہمارا پیچھا کوئی نہ کر رہا ہو تو میں پیچھے چلتا ہوں اور کبھی سوچتا ہوں کہ کوئی آگے تاک لگائے نہ بیٹھا ہو تو آپ کے سامنے چلتا ہوں۔

نشانہ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابوبکر !اگر کوئی چیز ہوتو کیا آپ کو یہ پسند ہے کہ آپ میرے سامنے آجائیں؟ حضرت ابوبکر صدیق نے فرمایا: جی ہاں، قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے پھر جب وہ دونوں غار کے پاس پہنچے تو ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ ذرا ٹھہر جائیں تا کہ میں آپ کے لئے غار کو صاف کردوں، ابوبکرؓ غار میں داخل ہوئے اور اسے صاف کیا، بعد میں انہیں خیال آیا کہ ایک سوراخ بند نہیں کیا، تو عرض کیا: یارسول اللہ آپ ذرا ٹھہریں میں اسے بند کردوں، پھر وہ غار میں داخل ہوئے اور اس سوراخ کو بند کر کے عرض کیا: یارسول اللہ! تشریف لائیں! پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اندر تشریف لے گئے۔

پھر حضرت عمر رضی اللہ نے فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے وہ رات آل عمر سے بہتر ہے۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اسلام سے پہلے بھی ان اوصاف کے ساتھ اپنی قوم میں مشہور تھے کہ: وہ غریبوں کی مدد کرتے تھے، صلہ رحمی کرتے تھے، بے نواؤں کا سہارا تھے، مہمان نوازی کرتے تھے اور آسمانی آفات میں مدد کرتے تھے، جاہلیت میں بھی کسی گناہ میں ملوث نہیں ہوئے، نرم دل تھے، کمزوروں کے ساتھ نہایت رحم دل، یہ صفات وہ ہیں جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات تھیں، لہٰذا اس میں تعجب کی کوئی بات نہیں کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف مائل ہوں اور مردوں میں آپ کے دین پر ایمان لانے والے پہلے مرد ہوں۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی دعوت بہت پرتاثیر تھی آپ تاجر تھے اور تجارت کی وجہ سے لوگوں میں جان پہچان تھی تو آپ نے ایمان لانے کے بعد ایمان کی دعوت شروع کردی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف لوگوں کو بلانے لگے، اس لئے بہت سے لوگ آپ کی وجہ سے ایمان لے آئے، جن میں حضرت سعد بن ابی وقاص،

عبدالرحمٰن بن عوف، عثمان بن عفان، طلحہ، زبیر اور سعید بن زید رضی اللہ عنہم جیسے حضرات تھے۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشنودی حاصل کرنے اور آپ کے دین کی خدمت کے لئے اپنا مال خرچ کرتے تھے، غلاموں کو آزاد کرتے، آپ نے بہت سے غلاموں کو آزاد کیا، جن میں حضرت بلال بن ابی رباح، عامر بن فُہیرہ، اُم عُبیس، زِنّیرہ، نہدیہ اوران کی بیٹی، بنومؤمل کی باندی وغیرہ کے نام مشہور ہیں، جس کی وجہ سے آپ کولوگ " واھب الحرّیات " آزادیاں دینے والے اور " محرر العبید " غلاموں کو آزاد کرنے والے کے القاب سے یاد کرتے تھے۔

اسی طرح حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نصرت کے لئے اپنا مال خرچ کیا، اور ہجرت کے سفر میں تو اپنا سارا مال اپنے ساتھ رکھ لیا تھا، اس کے بعد بھی جب کبھی مال خرچ کرنے کا داعیہ پیدا ہوتا تو آپ دوسروں سے سبقت لے جاتے اور کتنے ہی ایسے مواقع آئے کہ آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے اپنا سارا مال خرچ کر ڈالا اور گھر والوں کے لئے اللہ اور اس کے رسول کے نام کو چھوڑا۔

اوران تمام اعمال میں اللہ تعالیٰ کی رضامندی مقصود ہوتی تھی اور آپ ہی کے بارے میں یہ آیات نازل ہوئیں:

﴿وَسَيُجَنَّبُهَا الْأَتْقَى ۝ الَّذِي يُؤْتِي مَالَهُ يَتَزَكَّى ۝ وَمَا لِأَحَدٍ عِنْدَهُ مِنْ نِعْمَةٍ تُجْزَى ۝ إِلَّا ابْتِغَاءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْأَعْلَى ۝ وَلَسَوْفَ يَرْضَى﴾ [اللیل:۱۷-۲۱]

ترجمہ:۔" اور بچادیں گے اس سے بڑے ڈرنے والے کو جو دیتا ہے اپنا مال دل پاک کرنے کو اور نہیں کسی کا اس پر احسان، جس کا بدلہ دے مگر واسطے چاہے مرضی اپنے رب کی جو سب سے برتر ہے اور آگے وہ راضی ہوگا۔"

اور جب حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر اسلام لائے تو سورۃ لقمان کی بعض آیات نازل ہوئیں جن میں ایک آیت یہ بھی

ہے۔

﴿واتبع سبيل من أناب إلي﴾ [لقمان : ۱۵]

ترجمہ:۔ ''اور راہ چل اس کی جو رجوع ہوا میری طرف۔''

نیز حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں سب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے زیادہ محبوب تھے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قول ہے:

" ابوبكر سيدنا ، وخيرنا ، و احبّنا إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم"

ترجمہ:۔ ''ابوبکر ہمارے سردار ہیں، اور ہم میں سب سے بہتر ہیں۔ اور سب سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو محبوب ہیں۔''

اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو سب لوگوں سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معرفت حاصل تھی، صحیح اور مشہور حدیث میں آیا ہے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے زندگی کے آخری خطبے میں یہ فرمایا:

"إن عبداً خيره الله بين أن يؤتيه من زهرة الدنيا ماشاء و بين ماعنده ، فاختار ماعنده "

ترجمہ: ایک بندہ کو اللہ تعالیٰ نے اختیار دیا ہے کہ یا دنیا کی زیبائش میں سے جو چاہے اسے دے دے یا جو اللہ کے ہاں ہے وہ اسے مل جائے تو اس بندہ نے جو اللہ کے پاس ہے اسے پسند کرلیا ہے۔''

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ یہ سن کر رونے اور کہنے لگے:

" فديناك يا رسول الله بآبائنا و أمهاتنا"

ترجمہ:۔ ''یارسول اللہ! ہمارے باپ اور مائیں سب آپ پر قربان ہو جائیں۔''

تو روای کہتے ہیں کہ ہمیں تعجب ہوا کہ یہ بزرگ کیوں رو رہے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو ایک شخص کا ذکر فرمایا ہے، پھر پتا چلا کہ جس بندہ کو اللہ نے اختیار دیا ہے وہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے، اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو ہم سے زیادہ

آپ کی معرفت حاصل تھی۔

اس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”مامن الناس أحد أمنّ إلينا فی صحبته وذات يده من ابن أبی قُحافة ، ولو كنت متّخدا خليلاً لاتّخذت ابن أبی قحافة خليلاً ،وفی رواية ابابكر“.

ترجمہ:۔ ”لوگوں میں سے کسی شخص کا رفاقت اور مال میں مجھ پر اتنا احسان نہیں جتنا کہ ابوبکر کا مجھ پر ہے .اور اگر میں کسی کو اپنا خلیل بناتا تو ابن ابوقحافہ کو اپنا خلیل بناتا، اور ایک روایت میں (ابن ابوقحافہ کے بجائے ابوبکر ہے)۔“

اور ایک روایت میں ہے کہ آپ نے ایک خطبہ میں فرمایا: ”ہم پر جس کسی کا بھی احسان ہے ہم نے اس کا بدلہ اسے دے دیا، سوائے ابوبکر کے، کہ اس کا ہم پر ایسا احسان ہے جس کا بدلہ اللہ تعالیٰ اسے قیامت کے دن عطا فرمائیں گے .اور جتنا کہ ابوبکر کے مال نے مجھے فائدہ پہنچایا اتنا کسی کے مال نے فائدہ نہیں پہنچایا۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ کے آخر میں فرمایا: ابوبکر کے تاقچہ کے علاوہ کسی کا دروازہ مسجد میں کھلا نہ رکھا جائے .اور ایک روایت میں ہے کہ: ”ابوبکر کے دروازہ کے علاوہ کسی کا دروازہ نہ رکھا جائے، کیونکہ میں نے اس پر نور دیکھا ہے۔“

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت کی طرف بھی اشارہ ہے .کہ صرف ان کا تاقچہ باقی رکھا جائے اور ”خوخہ“ ایک چھوٹا سا دروازہ تھا جو براہ راست مسجد نبوی میں کھلتا تھا، لہذا اسے باقی رکھا گیا، کیونکہ وہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی ضرورت تھی .تاکہ وہ مسلمانوں کے معاملات کی نگرانی کر سکیں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے بارے میں اشارہ کرنے والی احادیث بہت ہیں اور ان کی خلافت پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت کا اجماع ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی محبت کا بیان

حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنی جاہلیت کے دور میں مسلمانوں کے سخت مخالف تھے ،اوران کا اسلام لانا اسلام کی عظیم نصرت تھی .اورآپ کا اسلام لانا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعاء کی قبولیت کا نتیجہ تھا، جس میں آپ نے فرمایا:

"اللّٰھم أعز الاسلام بأحب العمرين إليک : عمرو بن هشام . هو ابو جهل . أو عمر بن الخطاب"

ترجمہ: اے اللہ عمرین میں سے جو آپ کو زیادہ محبوب ہے اس کے ذریعے اسلام کو عزت بخش! عمرو بن ھشام - ابو جھل - یا عمر بن الخطاب''

اور جب سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ مسلمان ہوئے مسلمان اپنے آپ کو طاقتور محسوس کرنے لگے .اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کو لے کر بیت اللہ میں تشریف لے گئے اور سب نے طواف کیا، اور کوئی ان کو خوف زدہ نہ کرسکتا تھا۔

حضرت عمر رضی اللہ نے اپنی جان اور ہر قیمتی چیز کو نبی کریم صلی اللہ ولیہ وسلم پر قربان کردیا .اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کو اپنے نفس کی محبت سے بھی زیادہ ثابت کیا، جیسا کہ ان کی گفتگو صحیح بخاری میں گزرچکی ہے۔

اوران کی اس شدید محبت کا نتیجہ تھا کہ ان کی اکثر رائے وحی کے موافق ہوتی تھی .ان کے صاحبزادے حضرت عبداللہ بن عمر فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"إن الله جعل الحق على لسان عمرو قلبه".

ترجمہ:۔''بیشک اللہ تعالی نے عمر کی زبان اور دل پر حق کو جاری کیا ہے۔''

نیز حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ: جب بھی مسلمانوں کو کوئی معاملہ درپیش ہوا اور انہوں نے اس میں اپنی رائے دی ہو اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے

بھی اپنی رائے دی ہو تو حضرت عمر کی رائے کے مطابق قرآن اترا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی محبت کے واقعات میں ایک یہ بھی ہے کہ آپ فرماتے ہیں: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عمرہ ادا کرنے کی اجازت چاہی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اجازت دے دی اور فرمایا:

"لا تنسنا یا اُخَیّ من دعائک"

ترجمہ:۔"میرے پیارے بھائی مجھے اپنی دعا میں نہیں بھلانا۔"

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ: یہ ایسی بات ہے کہ اس کے بدلے اگر مجھے پوری دنیا مل جائے تو مجھے اتنی خوشی نہ ہوتی یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا: "یا اُخَیّ "اے میرے پیارے بھائی! جتنی خوشی مجھے اس بات سے ہوئی ہے۔

نیز صحیح حدیث میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ قول وارد ہوا ہے کہ: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوا اس حال میں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک چٹائی پر تشریف فرما تھے .تو میں بیٹھ گیا، آپ ازار باندھے تھے، آپ کے جسم مبارک پر دوسرا کپڑا نہ تھا، اس چٹائی کے نشانات آپ کے جسم مبارک پر ظاہر تھے .دیکھتا کیا ہوں کہ کمرہ میں ایک طرف ایک صاع کے قریب جو کے دانے پڑے ہیں .دوسرے کونے میں چمڑا پکانے کے چھلکے .ایک کچا چمڑا لٹکا ہوا، یہ دیکھ کر میری آنکھیں بہہ پڑیں، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے خطاب کے بیٹے! کیوں روتے ہو؟ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے نبی! میں کیوں نہ روؤں، حال یہ ہے کہ اس چٹائی نے آپ کے جسم مبارک پر نشانات بنا دیئے ہیں .اور کمرہ میں آپ کی کل پونجی وہ ہے جو مجھے نظر آ رہی ہے ادھر وہ قیصر و کسریٰ ہیں جو باغوں اور نہروں میں زندگی بسر کر رہے ہیں، اور آپ اللہ کے نبی ہیں، اور اس کے برگزیدہ ہیں اور یہ آپ کا پورا خزانہ ہے! تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے خطاب کے بیٹے! کیا آپ کو یہ پسند نہیں کہ ہمارے لئے تو آخرت ہو اور ان کے لئے دنیا؟ اور ایک دوسری صحیح حدیث میں یہ الفاظ آئے ہیں: یہ وہ لوگ ہیں جن کو ان کی دنیا کی لذات

دنیا میں ہی دے دی گئی ہیں.

اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کی علامت آپ کے اہل بیت سے ان کی شدید محبت ہے. اور یہی تمام صحابہ کرام کی عام عادت مبارک تھی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ اہل بیت رضی اللہ عنہم کو بہت عطیات پیش کرتے تھے، اور دوسرے لوگوں سے پہلے ان کو دیتے. اور حضرت حسن اور حسین رضی اللہ عنہما کو اپنے قریب رکھتے۔

نیز آپ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بھی اپنے بہت قریب رکھتے ، اور اہم معاملات میں اس وقت تک فیصلہ نہ فرماتے جب تک حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مشورہ نہ فرما لیتے. اور ان کا یہ حکیمانہ مقولہ مشہور ہے " قضية و لا ابا حسن لها " ؟ اور ان کا یہ مقولہ: " لولا علی لهلک عمر" اگر علی نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہو جاتے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نہایت محبت اور اخلاص سے انہیں مشورہ دیتے. اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیت المقدس کے سفر پر روانہ ہوئے تو آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مدینہ منورہ میں تمام امور خلافت کا نائب مقرر فرمایا۔

محترم قاری! آپ ایسے لوگوں کی طرف توجہ نہ دیں جو تاریخ کو بگاڑتے ہیں، اور حضرت عمر اور دوسرے خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کی صاف ستھری سیرت کو تبدیل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

واضح رہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی خلافت کے آخری دور تک مسلمان ایک جماعت تھے اور کسی مسلمان کے ذہن میں خلافت کے بارے میں کوئی اشکال نہیں تھا، اور اس بارے میں بھی کوئی اشکال نہیں تھا کہ کون خلافت کا زیادہ حق دار ہے۔

حضرت علی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے درمیان خصوصی اخوت اور محبت کے لئے یہی ذکر کر دینا کافی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے اپنی

گوشۂ جگر صاحبزادی حضرت ام کلثوم کا نکاح کر دیا تھا، جو کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی صاحبزادی تھیں۔ نیز اس اخوت اور محبت کے لئے یہ بھی ذکر کر دینا کافی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے ایک صاحبزادہ کا نام عمر، اور ایک کا ابوبکر اور ایک کا عثمان رکھا، اور انسان اپنی اولاد کے لئے ان ناموں کا انتخاب کرتا ہے جو اسے سب سے زیادہ محبوب ہوں اور جن کو وہ اپنے لئے اقتداء کا بہترین نمونہ سمجھتا ہے۔

ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے حدیث مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"قد یکون فی الأمم محدّثون أی ملهمون کمافی روایة ،فإن یکن فی امّتی أحد فعُمربن الخطاب"

ترجمہ:۔ "کبھی امتوں میں ایسے لوگ بھی ہوتے ہیں جن کو الہام ہوتا ہے، اور اگر میری امت میں کوئی ہے تو وہ عمر بن الخطاب ہیں۔"

بہت سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے یہ حدیث مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میں نے جنت میں ایک سونے کا محل دیکھا، تو میں نے پوچھا: یہ کس کا ہے؟ تو مجھے جواب ملا کہ: یہ عمر بن الخطاب کا ہے، رضی اللہ عنہ وارضاہ۔

حضرت عثمان بن عفّان رضی اللہ عنہ کی محبت

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ اسلام کے سابقین اولین میں سے ہیں، اور عظیم قدر ومنزلت کے مالک ہیں، انہوں نے اللہ کی راہ میں سخت تکلیفیں اٹھائیں، اس کے باوجود وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں آگے بڑھتے گئے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت ان سے بڑھتی گئی اور جب ابولہب کے دو بیٹوں نے (جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے داماد تھے) اپنے والدین کے حکم سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دو صاحبزادیوں: رقیہ اور ام کلثوم رضی اللہ عنہما کو طلاق دے دی، تاکہ اس طرح نبی کریم صلی

اللہ علیہ وسلم کو دکھ پہنچے تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ آگے بڑھے اور حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کا رشتہ طلب کیا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے ان کا نکاح کر دیا۔ حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا ان کی حسنِ معاشرت سے بہت خوش ہوئیں۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو مشرکین مکہ کی طرف سے بہت تکلیفیں اٹھانی پڑیں، آخر کار اپنی اہلیہ کے ساتھ حبشہ کی طرف دو بار ہجرت فرمائی، پھر حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا وفات پا گئیں، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں محبت اتنی بڑھ گئی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دوسری صاحبزادی حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کو آپ کے نکاح میں دے دیا اور یہ سنہ ۳ ہجری کا واقعہ ہے۔

ایک حدیث میں آیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

> ''اے عثمان! یہ جبریل ہیں، انہوں نے مجھے خبر دی ہے کہ اللہ تعالی نے ام کلثوم کا آپ سے نکاح کر دیا ہے، رقیہ جیسے مہر اور اس جیسے حسن معاشرت کے ساتھ۔''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے اگر انتہائی محبت نہ ہوتی اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے غایت محبت نہ ہوتی تو آپ ان سے دوسری صاحبزادی کا نکاح نہ فرماتے اور یہ اس بات کی دلیل ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مستقبل میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر بڑا اعتماد تھا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی یہ ایک عظیم منقبت ہے کہ سابقہ امتوں میں کوئی ایسا شخص نہیں گزرا جس نے پیغمبر کی دو بیٹیوں سے شادی کی ہو، سوائے حضرت عثمان بن عفان کے۔

سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ بڑے شرم وحیا والے اور کریم النفس تھے یہاں تک کہ فرشتے بھی ان سے شرم کرتے تھے جیسا کہ حدیث میں وارد ہوا ہے، اور ہر وہ کام جس سے اللہ اور اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خوش ہوتے اس میں کبھی انہوں

نے کوتاہی نہیں کی، اور مشہور ہے کہ غزوۂ تبوک کے موقع پر جیشِ عسرہ کی پوری تیاری آپ نے کی تھی اور یہ غزوہ مسلمانوں کی تنگی کے وقت یعنی مال کی کمی کے وقت پیش آیا تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے پورے لشکر کی تیاری کی، یہاں تک کہ اونٹوں کے لئے نکیل اور رسی تک مہیا کی۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جیش العسرہ کے لئے نو سو چالیس اونٹ اور ساٹھ گھوڑے پیش کر کے ایک ہزار مکمل کر دیئے، ایک روایت میں ہے: تین سو اونٹ ان کے پالان اور جُھل کے ساتھ اللہ کی راہ میں دیئے۔ غالباً یہ ابتداء میں ایسا ہوا پھر ہزار پورے کر دیئے جیسے پہلے ذکر ہوا، جس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرمانے لگے:

"ماضرّ عثمان ماعمل بعد الیوم"

ترجمہ:۔ "آج کے بعد عثمان جو کام کرے اسے کوئی نقصان نہیں۔"

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ جملہ بار بار دُہرایا، اس کے علاوہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مزید ایک ہزار اشرفی مصارف کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جھولی میں لا کر ڈال دی (اور دینار پانچ گرام سونے کا ہوتا ہے) اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول پر کسی تعجب کی ضرورت نہیں۔

آیئے! آپ کو ایک سخاوت کی قیمت بتاؤں، ایک اونٹ قربانی کے سات بکروں کے برابر ہوتا ہے اور دینار کم از کم ایک قربانی کے جانور کے برابر اور کبھی دو جانور کے برابر ہوتا تھا۔ تو اب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے حق میں

"ماضرّ عثمان ماعمل بعد الیوم"

ترجمہ:۔ "آج کے بعد عثمان جو عمل بھی کرے اس کے لئے مضر نہیں"۔

فرمانے کے بعد آپ کو ان جاہلوں کے اتہامات کا اندازہ ہو جائے گا جو انہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور ان کے ولاۃ پر باندھے ہیں، کیوں کہ انہوں نے انہی حضرات کو مختلف عہدے سونپے ہیں جن کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر اور

حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے دورِ خلافت میں سونپے گئے تھے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی قدر و منزلت کا اندازہ اس سے لگائیں کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صلح حدیبیہ کے موقع پر ان کو اپنا نمائندہ بنا کر قریش مکہ کے پاس بھیجا اور ان کے واپس آنے میں تاخیر ہوگئی تو مسلمانوں کو گمان ہوگیا کہ قریش نے ان کو قتل کر دیا ہے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرکین سے لڑنے کے لئے بیعتِ رضوان کی دعوت دی تا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خون کا بدلہ لیں تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے درخت کے نیچے بیعتِ رضوان فرمائی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دو مبارک ہاتھوں میں سے ایک ہاتھ کو اٹھاتے ہوئے فرمایا: ''یہ عثمان کی طرف سے ہے'' اور اس سے دوسرے ہاتھ مبارک پر بیعت فرمائی اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی یہ وہ فضیلت حاصل ہے جو کسی اور کو حاصل نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ مبارک ان کے لئے ان سب کے ہاتھوں کے مقابلہ میں بہتر تھا۔ رضی اللہ عنہم اجمعین۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی زندگی عظیم کارناموں سے بھری پڑی ہے، جب سے وہ حبشہ سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ پہنچے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے اور جو ان سے ممکن ہوا خیر کے کاموں میں حصہ لیتے رہے، پھر ان کی خلافت کا دور بھی عظیم فتوحات سے بھرا پڑا ہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے مقام اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے غایتِ محبت کا اندازہ آپ اس گفتگو سے لگائیں جس سے انہوں نے خوارج کو لاجواب کر دیا تھا۔ چنانچہ محدثین حضرات کی اسانید اور باریک شرائط کے ساتھ حضرت ثمامہ بن حزن قشیری مشہور ثقہ تابعی رحمہ اللہ تعالی سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں: میں اس وقت حاضر تھا جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنے مکان کی چھت پر کھڑے ہو کر باغیوں سے مخاطب ہو کر فرمایا: اپنے ان دو ساتھیوں کو میرے سامنے لاؤ جنھوں نے

تمہیں میرے خلاف ابھارا ہے! چنانچہ ان دونوں کو لایا گیا گویا کہ وہ دو اونٹ ہیں یا جیسے وہ دو گدھے ہیں! اب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ لوگوں کے سامنے آئے اور فرمایا، میں تمہیں اللہ اور اسلام کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں: کیا تمہارے علم میں ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ تشریف لائے تو مدینہ میں سوائے ''بئرِ رومہ'' کے میٹھے پانی کا کوئی کنواں نہ تھا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کوئی ہے جو بئرِ رومہ کو خرید کر مسلمانوں کے لئے وقف کر دے اور اس میں اس کا حصہ ہو اس خیر کے بدلے جو اسے جنت میں دی جائے گی؟ تو میں نے اسے اپنے ذاتی مال سے خریدا؟ اور آج تم نے مجھے اس کے پانی پینے سے بھی روک رکھا ہے، جبکہ میں عام کھارا پانی پی رہا ہوں! سب نے کہا: اللہ گواہ ہے کہ ایسا ہی ہے۔

پھر فرمایا: میں تمہیں اللہ اور اسلام کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں، کیا تمہیں معلوم ہے کہ مسجد نبوی نمازیوں کے لئے تنگ ہو گئی تھی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کون ہے جو فلاں خاندان کی زمین خرید کر مسجد میں شامل کر دے اس خیر کے بدلے جو اسے جنت میں دی جائے گی؟ تو میں نے وہ زمین اپنے ذاتی مال سے خرید کر مسجد میں شامل کی، اور آج تم نے مجھے اس میں دو رکعت نماز پڑھنے سے بھی روک رکھا ہے؟ سب نے کہا: اللہ گواہ ہے، ایسا ہی ہے۔

پھر فرمایا: میں تمہیں اللہ اور اسلام کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں، کیا تمہیں معلوم ہے کہ ''جیش العسرہ'' کا انتظام میں نے اپنے مال سے کیا تھا؟ سب نے کہا اللہ گواہ ہے کہ ایسا ہی ہوا ہے۔

پھر فرمایا: میں تمہیں اللہ اور اسلام کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کیا تمہیں معلوم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثبیر کے پہاڑ پر کھڑے تھے اور آپ کے ساتھ ابو بکر و عمر اور میں کھڑا تھا تو پہاڑ ہلنے لگا یہاں تک کہ اس کے پتھر نیچے گرنے لگے تو آپ صلی اللہ

علیہ وسلم نے اس پر اپنا پاؤں مبارک مارا اور فرمایا: ٹھہر جاؤ اے ثبیر! تجھ پر اس وقت ایک نبی ایک صدیق اور دو شہید کھڑے ہیں؟ تو سب نے کہا: اللہ گواہ ہے کہ ایسا ہی ہوا تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''اللہ اکبر'' سب نے میری گواہی دی ہے اور رب کعبہ کی قسم میں شہید ہونے والا ہوں۔ آپ نے یہ بات تین بار فرمائی۔

یہاں تک حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بارے میں جو ذکر ہوا یہ بہت سی صحیح احادیث سے ثابت ہے۔ اس کے علاوہ بھی آپ کے فضائل اور مناقب میں بہت سی احادیث وارد ہیں۔

نیز بہت سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے صحیح اور حسن اسانید سے یہ بھی ثابت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس فتنہ کے بارے میں خبر دی ہے جس میں سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ شہید ہوں گے اور وہ حق پر ہوں گے۔ اور وہ مظلوم قتل ہوں گے۔ ان احادیث میں ایک حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث ہے جس میں وہ فرماتے ہیں کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک فتنہ کا ذکر فرمایا، اتنے میں ایک شخص کا وہاں سے گزر ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: یہ شخص جو منہ پر کپڑا لٹکائے جا رہا ہے، یہ اس فتنہ میں مظلوم قتل ہوگا۔ حضرت عبداللہ فرماتے ہیں کہ میں نے اس شخص کو دیکھا تو وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ تھے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی حیاء اور لوگوں کی جان کی فکر کا یہ حال تھا کہ آپ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، اپنے محافظوں اور اپنے غلاموں کو اس سے روک دیا تھا کہ وہ ان کی طرف سے باغیوں سے قتال کریں اور فرمایا کہ: میری وجہ سے کسی کا خون نہ بہایا جائے، اور انہیں قسم دے کر فرمایا کہ وہ چلے جائیں، اور اپنے غلاموں سے فرمایا: جس نے اپنے ہتھیار پھینک دیئے وہ آزاد ہے اور ان کے گھر میں سات سو کے قریب ایک بڑی جماعت تھی، اگر ان کو چھوڑ دیتے تو وہ ان باغیوں کو مار بھگاتے۔

آخری دن انہوں نے اپنی شہادت کے بارے میں بھی گفتگو فرمائی اور فرمایا کہ: یہ لوگ مجھے قتل کریں گے، پھر فرمایا: میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اور آپ کے ساتھ ابوبکر وعمر کو خواب میں دیکھا ہے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: اے عثمان! ہمارے ساتھ افطار کرو، چنانچہ اس دن آپ نے روزہ رکھا اور روزہ کی حالت میں شہید کر دیئے گئے۔

"رضی اللہ عنہ وأرضاہ وأجزل عن القرآن و خدمات الاسلام مثوبته وأعلا ماواہ.

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی محبت کا بیان

آپ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچازاد بھائی ہیں اور آپ کی گود میں پلے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت سے تقریباً پانچ سال پہلے پیدا ہوئے اور ایک قول کے مطابق دس سال پہلے۔ مکہ والوں میں قحط سالی آئی، آپ کے چچا ابوطالب کثیر العیال تھے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے ساتھ یہ طے کیا کہ چچا ابوطالب کا بوجھ ہلکا کیا جائے، اور ہر ایک ہم میں سے ابوطالب کے بیٹوں میں سے ایک ایک کو لے لے، تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے حضرت جعفر کو اپنے ساتھ لے لیا۔

جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوت عطا ہوئی تو حضرت علی رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے آپ کو دیکھا کہ آپ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ نماز پڑھ رہے ہیں آپ نے ان دونوں سے پوچھا: یہ کونسا دین ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو دینِ اسلام کے بارے میں بتایا، اور ان کو اسلام کی دعوت دی، حضرت علی رضی اللہ عنہ چلے گئے، دوسرے دن پھر حاضر ہوئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گھر میں اور پہاڑوں کی وادیوں

میں نماز پڑھنے لگے، نیز دوسروں کی رہنمائی کرتے اور انہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچاتے۔

جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کا ارادہ فرمایا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ آپ میرے بستر پر سو جائیں، تاکہ مشرکین کو دھوکہ دے سکیں، چنانچہ آپ حکم بجالائے اور خطرے کی پرواہ نہیں کی، اور پھر وہ امانتیں جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھیں ان امانت والوں کو پہنچا دیں، حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ کارنامہ اس کارنامے کی تکمیل تھی جو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت میں سرانجام دے رہے تھے اور بڑے خطرات اور عظیم مصائب کا مقابلہ کررہے تھے، ہجرت کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی اور حضرت سہل بن حنیف رضی اللہ عنہما کے درمیان سیرت نگاروں کے بقول مواخات کا رشتہ قائم فرمایا لیکن امام ترمذی رحمہ اللہ نے بسند حسن روایت نقل کی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے درمیان مواخات کا رشتہ قائم فرمایا، پھر مدینہ منورہ کے قیام کے دوران آپ کی کوشش ہوتی کہ آپ وہ کام کریں جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پسند ہیں، چنانچہ ایک دن حضرت علی رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے مبارک پر بھوک کے آثار ہیں تو فوراً ایک یہودی کے باغ میں تشریف لے گئے اور اس کی کھیتی کو کنویں سے پانی دینا شروع کیا اور سترہ ڈول نکالے، اس کے بدلے ان کو سترہ کھجوریں ملیں۔ وہ لاکر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آپ کو اللہ اور اس کے رسول کی محبت نے اس کام پر آمادہ کیا ہے؟ تو انہوں نے فرمایا: جی ہاں! یارسول اللہ۔

سنہ دو ہجری میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے نکاح فرمایا اور ان کے ساتھ وہ زاھدانہ

زندگی گزاری جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اہل بیت کے لئے پسند فرمائی تھی۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے محبت اور پیار سے ان کا لقب ''ابوتراب'' رکھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی محبت کا خاص مقام تھا، غزوہ خیبر میں جب ایک قلعہ کا فتح ہونا مسلمانوں پر مشکل ہوگیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کل میں جھنڈا ایسے شخص کو دوں گا جو اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے اور اللہ اور اس کے رسول اس سے محبت کرتے ہیں، اس موقع پر بڑے بڑے حضرات اس کی خواہش کرنے لگے ہر ایک کی آرزو تھی کہ اسے یہ فضیلت حاصل ہو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بلایا، ان کی آنکھیں دکھ رہی تھیں وہ تشریف لائے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی آنکھوں میں اپنا لعاب مبارک ڈالا اور دعا فرمائی، تو وہ اچھے ہوگئے، گویا ان کو کبھی کوئی تکلیف نہیں ہوئی تھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو جھنڈا پکڑایا، اللہ نے ان کے ذریعہ وہ قلعہ فتح کردیا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنے سلف خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم سے بہت محبت رکھتے تھے، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے محاصرہ کے وقت خود بھی ان کا دفاع کیا اور اپنے صاحبزادوں، حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما کو بھی دفاع کرنے کا حکم دیا اور آپ ان لوگوں پر نکیر فرماتے جو ان کو خلفاء راشدین پر فضیلت دیتے تھے، اس سلسلے میں بہت سی روایات آئی ہیں، ان میں مشہور تابعی حضرت علقمہ رحمہ اللہ کی روایت ہے، انہوں نے بیان کیا کہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ہمیں ایک دن خطبہ دیا، حمد وثنا کے بعد فرمایا: مجھے معلوم ہوا ہے کہ کچھ لوگ مجھے ابوبکر وعمر پر فضیلت دیتے ہیں، اگر مجھے اس سے پہلے اس بات کی خبر ملتی تو میں ایسے لوگوں کو سزا دیتا، لیکن معلومات سے پہلے سزا دینا پسند نہیں کرتا۔

لہذا جس شخص نے بھی آج میرے اس خطبہ کے بعد اس قسم کی گفتگو کی تو وہ

بہتان باندھنے والا شمار ہوگا، اور اسے وہی سزادی جائے گی جو بہتان باندھنے والے کو دی جاتی ہے۔ یادرکھو! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب سے افضل ابوبکر ہیں پھر عمر ہیں رضی اللہ عنہما، ان کے بعد ہم نے ایسے کام کیے ہیں اللہ جو چاہے گا ان میں فیصلہ کرے گا۔

زید بن وھب روایت کرتے ہیں کہ سُوید بن غَفلہ ؓ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس ان کی اِمارت کے زمانے میں حاضر ہوئے اور کہنے لگے: اے امیر المؤمنین! میرا ابھی کچھ ایسے لوگوں کے پاس سے گزر ہوا ہے جو حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کا جو مقام ومنزلت ہے اس کے خلاف باتیں کررہے تھے، تو حضرت علی رضی اللہ عنہ فوراً اٹھے اور منبر پر تشریف لے گئے اور فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جس نے دانہ کو پھاڑ کر اس سے پورا نکالا ہے اور جس نے انسان کو پیدا کیا ہے، ان دونوں سے وہی محبت کرے گا جو اونچا مؤمن ہوگا اور ان سے بغض وہی رکھے گا جو بد بخت اور دین سے دور ہونے والا ہوگا، ان دونوں کی محبت اللہ تعالیٰ کا قرب اور ان دونوں سے بغض دین سے دوری ہے، ان لوگوں کو کیا ہوگیا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دو بھائیوں، آپ کے دو وزیروں، آپ کے دو ساتھیوں، قریش کے دو سرداروں، اور مسلمانوں کے دو باپوں کے بارے میں باتیں کرتے ہیں! میں ہر اس شخص سے برأت کا اظہار کرتا ہوں جو ان دونوں کے حق میں گستاخی کرتا ہے اور اسے سزا بھی دوں گا۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ کہتے سنا جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ایک غزوہ کے موقع پر اپنا نائب بنایا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یارسول اللہ! آپ مجھے عورتوں اور بچوں پر اپنا نائب بنارہے ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے علی! کیا تجھے پسند نہیں کہ تو میرا ایسا نائب ہو جیسا کہ حضرت ہارون حضرت موسیٰ کے نائب تھے (جب وہ کوہِ طور پر تشریف لے گئے) ہاں اتنی بات

ہے کہ میرے بعد نبوت نہیں ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ خود فرماتے ہیں کہ نبی امی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے خود فرمایا ہے، تجھ سے وہی محبت کرے گا جو مؤمن ہوگا، اور تجھ سے وہی بغض رکھے گا جو منافق ہوگا۔

اہل سنت والجماعۃ کا یہی عقیدہ ہے، حضرت علی رضی اللہ عنہ اور اہل بیت سے محبت کرنا، ان کے لے دعا کرنا، نمازوں میں، ذکر کی مجالس میں، تنہائیوں میں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اہل بیت پر صلاۃ وسلام بھیج کر برکت اور خیر طلب کرنا

رضوان الله عليهم اجمعين وعلى أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم أجمعين.

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کے واقعات میں

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کا واقعہ

آپ کا نام خالد بن زید نجاری ہے، بنو نجار قبیلہ سے تعلق ہے، جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ننھیال کہلاتے ہیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا جب پہلی بار مدینہ منورہ میں ورود ہوا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مہمان نوازی کا شرف اللہ تعالی نے حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ کو دیا، آپ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غایت درجہ کا ادب، اکرام اور انتہائی محبت کا تعلق رکھتے تھے۔ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے مناقب میں ایک یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے آپ کے مکان کے نچلے حصہ میں قیام فرمایا، اس مکان کا اوپر کا حصہ بھی تھا، جس میں حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ قیام فرماتے تھے، ان پر یہ بات بہت گراں گزری کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نیچے اور وہ اوپر ہوں، انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اوپر تشریف لے جانے کو عرض کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرما کر ان کو تسلی دی کہ نیچے کا حصہ میرے اور میرے ملنے والوں کے لئے زیادہ آرام دہ ہے جب کہ آنے والے بہت ہیں۔

حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ کی عادت تھی کہ اس وقت تک کھانا نہ کھاتے جب تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم تناول نہ فرما لیتے، وہ کھانا تیار کر کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم

کی خدمت میں بھیجتے اور جب کھانے کا برتن واپس آتا تو اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی انگلیوں کے جہاں نشان دیکھتے وہاں سے کھاتے۔

ایک بار ایسا ہوا کہ پانی کا مٹکا ٹوٹ گیا جس میں پانی تھا تو حضرت ابوایوب اور ان کی اہلیہ کو سخت پریشانی ہوئی کہ کہیں پانی آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر نہ ٹپک جائے اور آپ کو تکلیف نہ ہو تو دونوں کمبل لے کر اس پانی کو خشک کرنے لگے۔

حضرت سَوَاد بن غَزِیّہ رضی اللہ عنہ

کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیٹ مبارک کو چومنا۔

غزوہ بدر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام کی صفوں کو سیدھا فرما رہے تھے اور آپ کے ہاتھ میں نیزہ تھا، جس سے صفوں کو سیدھا فرما رہے تھے تو جب آپ کا گزر حضرت سَوَاد بن غزیّہ رضی اللہ عنہ کے پاس سے ہوا تو آپ نے اسے ان کے پیٹ پر مارا اور فرمایا: اے سواد! سیدھے کھڑے ہو جاؤ تو انہوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ نے مجھے درد پہنچایا ہے جبکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو دینِ حق اور عدل دے کر بھیجا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بدلہ لے لیجئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پیٹ سے کپڑا اٹھایا اور فرمایا بدلہ لے لو تو وہ صحابی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے چمٹ گئے اور پیٹ مبارک کو پیار کرنے لگے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے سواد! کس چیز نے تجھے اس عمل پر آمادہ کیا ہے؟ انہوں نے عرض کیا: حضور! معرکہ آپ کے سامنے ہے تو میں نے چاہا کہ آپ سے میری آخری ملاقات یوں ہو کہ میری جلد آپ کی جلد سے لگ جائے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے دعا فرمائی۔

حضرت سواد رضی اللہ عنہ کے علاوہ بھی دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ایسے واقعات ہوئے ہیں جن میں انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیٹ مبارک یا

جسم کے کسی حصہ کو بوسہ دینے کی کوشش کی، اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم کے اجزاء یا جس چیز کو آپ نے مس کیا ہو یا آپ کا وضو کا پانی بچا ہوا اس سے تبرک حاصل کرتے تھے، اور یہ واقعات بہت ہیں، صلح حدیبیہ کے موقع پر بھی ایسے واقعات پیش آئے جیسے پہلے آ چکا ہے۔

امّ عمارہ رضی اللہ عنہا کا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اپنی جان کو فدا کرنا۔

غزوۂ احد میں جب مسلمانوں کو نقصان پہنچا تو امّ عمارہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس چلی گئیں اور جنگ میں شریک ہوگئیں اور تلوار اور تیر کمان سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دفاع کرنے لگیں، یہاں تک کہ وہ زخمی ہوگئیں۔

حضرت سعد بن ربیع کی صاحبزادی ام سعد جو اس واقعہ کی راوی ہیں، فرماتی ہین: میں نے حضرت ام عمارہ رضی اللہ عنہا کے کندھے پر ایک گول اور گہرا زخم دیکھا تو میں نے ان سے پوچھا: یہ کس نے آپ کو زخمی کیا ہے؟ تو فرمایا: ابن قِمِئہ نے، اللہ اس کو ذلیل کرے، وہ ایسا ہوا کہ جب لوگ غزوہ اُحد میں بھاگنے لگے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تنہارہ گئے تو ابن قِمِئہ آگے بڑھا اور کہنے لگا: مجھے بتاؤ محمد! کہاں ہیں؟ آج اگر وہ بچ گئے تو میرا مرنا بہتر ہے، تو میں نے اور مصعب بن عمیر اور کچھ حضرات جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہ گئے تھے ہم اس کے مقابلے میں آئے تو اس اللہ کے دشمن نے مجھ پر یہ وار کیا، اور میں نے بھی اس پر کئی وار کئے لیکن وہ اللہ کا دشمن دو زر ہیں پہنے ہوئے تھا۔

ام عمارہ رضی اللہ عنہا کی طرح بہت سے دوسرے صحابہ نے بھی اس قسم کے کارنامے سرانجام دیئے ہیں، انہیں میں حضرت قتادہ بن نعمان رضی اللہ عنہ بھی ہیں،

فرماتے ہیں: میں غزوہ احد میں اپنے چہرے سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے مبارک کو بچارہا تھا اور ابودجانہ سماک بن خوشہ رضی اللہ عنہ اپنی پیٹھ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیٹھ بچارہے تھے، یہاں تک کہ ان کی پیٹھ تیروں سے چھلنی ہوگئی، اسی طرح حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ڈھال بن کر کھڑے ہوگئے، اور ان کے علاوہ وہ حضرات جو آپ کے ساتھ ثابت قدم رہے، جس سے مشرکین مکہ جنگ ختم کرنے پر مجبور ہوگئے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا بڑی بڑی مصیبتوں کے وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ تسلی حاصل کرنا۔

ان ہی واقعات میں قبیلہ دینار کی ایک عورت کا واقعہ سیرت کی کتابوں میں اسانید کے ساتھ مذکور ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر بنو دینار کی ایک خاتون سے ہوا جس کا خاوند، بھائی اور باپ سب احد میں شہید ہو چکے تھے، جب لوگوں نے اس خاتون کو ان کی شہادت کی خبر دی تو کہنے لگی: مجھے بتاؤ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کس حال میں ہیں؟ انہوں نے کہا: آپ عافیت سے ہیں، الحمد للہ! جیسا تم چاہتی ہو، وہ کہنے لگی: مجھے دکھاؤ! میں ان کو دیکھ تو لوں۔ صحابہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اشارہ کر کے اسے بتایا، جب اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ لیا تو بے ساختہ کہنے لگی. یا رسول اللہ! آپ کی عافیت کے بعد سب مصیبتیں ہیچ ہیں۔

اس خاتون رضی اللہ عنہا کی اتنی بڑی مصیبت کہ، خاوند، بھائی والد سب شہید ہوگئے۔ لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت اور آپ کی بعافیت واپسی سے سب مصیبت ہلکی ہوگئی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات شریفہ سے تسلی حاصل کرنے کی ایک مثال

حضرت سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ کی ہے، جو انصار کے سرداروں میں سے ہیں، غزوہ احد میں زخموں سے چور چور ہو گئے، کوئی ستر کے قریب جسم پر نیزے، تلوار اور تیر کے زخم تھے ،ابھی ہوش میں تھے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ سلم کا نمائندہ آپ کا سلام لے کر پہنچا اور ان کی کیفیت کا سوال کیا؟ تو حضرت ربیع رضی اللہ عنہ نے نمائندہ سے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام اور تجھے سلام، میری طرف سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیجئے: یارسول اللہ! مجھے تو جنت کی خوشبو محسوس ہو رہی ہے اور میری طرف سے میری قوم انصار سے کہہ دیں کہ اگر تم میں سے ایک شخص بھی زندہ ہو اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم تک دشمن پہنچ گیا تو اللہ کے ہاں تمہارا کوئی عذر قابل قبول نہیں ہوگا۔ اس گفتگو کے بعد ان کی روح پرواز کر گئی۔ رضی اللہ عنہ۔

اسی طرح کے الفاظ حضرت انس بن نضرؓ کے بھی ہیں جو حضرت انس ابن مالک رضی اللہ عنہما کے چچا ہیں، انہوں نے بھی اپنے قاصد سے فرمایا: میری قوم انصار سے کہہ دو: اگر دشمن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچ جائے اور تم میں ایک شخص بھی زندہ ہو تو اللہ کے ہاں تمہارا کوئی عذر قبول نہ ہوگا، اسی طرح کے واقعات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں بہت ہیں۔

حضرت عَمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ محبوب اور میری نگاہ میں جلیل القدر کوئی نہ تھا اور آپ کی تعظیم کی وجہ سے میں نگاہ بھر کر آپ کو نہیں دیکھ سکتا تھا، یہاں تک کہ اگر مجھ سے کوئی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حلیہ مبارک کے بارے میں پوچھے تو میں بیان نہیں کر سکتا۔

حضرت ثمامہ بن آثال رضی اللہ عنہ جو یمامہ کے سردار تھے اور اسلام سے پہلے اسلام کے دشمن تھے، لیکن جب اسلام ان کے دل میں داخل ہو گیا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا:

"أشهد أن لا اله الا الله و أشهد انّ محمداً عبده و رسوله".

کہنے لگے، اے محمد! بخدا اس سے پہلے روئے زمین پر آپ کے چہرہ سے زیادہ کوئی چہرہ ناپسند نہ تھا لیکن اب آپ کا چہرہ مبارک تمام چہروں سے زیادہ مجھے محبوب ہے۔ بخدا آپ کا دین مجھے تمام ادیان سے زیادہ ناپسند تھا لیکن اب آپ کا دین مجھے سب ادیان سے زیادہ پسند ہے، بخدا! آپ کا شہر مدینہ منورہ مجھے تمام شہروں سے زیادہ محبوب ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کے مظاہر میں سے یہ بھی تھا وہ ہر وقت آپ کی ملاقات کا شوق رکھتے تھے، حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا قول پہلے گزر چکا ہے کہ وفات کے وقت وہ کہنے لگے: وائے میری خوشی! کل میں اپنے دوستوں سے ملوں گا: حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے صحابہ رضی اللہ عنہم سے۔

یہ حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کرنے لگے: یارسول اللہ! آپ مجھے میرے اہل اور مال سے زیادہ محبوب ہیں، میں جب گھر میں آپ کو یاد کرتا ہوں تو مجھے صبر اور قرار نہیں آتا، جب تک کہ آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ کو دیکھ نہ لوں اور آج مجھے یہ خیال پریشان کر رہا ہے کہ آپ اور میرا جب دنیا سے جانا ہوگا تو جنت میں آپ تو انبیاء کرام علیہم السلام کے ساتھ اونچے درجوں پر ہوں گے اور اگر میں بھی جنت میں اللہ کے فضل سے داخل ہو گیا تو آپ کو وہاں نہ دیکھ سکوں گا۔ اس پر اللہ تعالی نے آیت نازل فرمائی:

﴿وَمَنْ يُطِعِ اللّٰهَ وَ الرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيّٖنَ وَ الصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصّٰلِحِيْنَ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا﴾

[نساء : ٦٩]

ترجمہ: ”اور جو کوئی حکم مانے اللہ کا اور اس کے رسول کا سو وہ ان کے ساتھ ہیں جن پر اللہ نے انعام کیا کہ وہ نبی اور صدیق اور شہید اور نیک بخت ہیں اور اچھی

ہے ان کی رفاقت ۔‘‘

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ثوبان کو بلایا اور ان کو یہ آیت پڑھ کر سنائی تا کہ ان کو تسلی ہو جائے۔

اس طرح کی بہت سی مثالیں ہیں اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی زندگی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت سے بھری پڑی ہے اور سیرت میں یہ واقعات کثرت سے موجود ہیں جن میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اپنی جان و مال کے ساتھ جہاد کرنا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر حکم کی تعمیل چاہے وہ ان کی خواہشات کے کتنا ہی خلاف ہو، آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملنے کا شوق اور آپ کے دنیا سے تشریف لے جانے کے بعد انہوں نے جہاد کو جاری رکھا، جب کہ ان کی تعداد بھی کم تھی اور اسلحہ بھی معمولی تھا پھر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس محبت کو اقوام عالم میں پھیلا دیا جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مکارم اخلاق اور جود و کرم کے ذریعہ ان کے اعمال و اخلاق پر چھائی ہوئی تھی، چنانچہ صحابہ کرام کی یہ اعلیٰ سیرت اسلام کی طرف دلوں کے میلان کا ذریعہ بنی اور یہ سیرت اقوامِ عالم پر ان کی فضیلت کا سبب بنی اور اقوامِ عالم کی دینی اور دنیاوی شخصیات نے ان کو افضل سمجھا اور اس میں کوئی تعجب کی بات نہیں، کیوں کہ ان حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کو ’’خیر القرون‘‘ کہا گیا ہے۔

اور انہیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نقشہ قدم پر حضرات تابعین اور بعد میں آنے والے چلے اور انہی صحابہ سے انہوں نے تعلیم اور روایت سے پہلے مکارمِ اخلاق اور فضائل عملی طور پر سیکھے۔

اس کی تفصیل تو بہت لمبی ہو جائے گی ۔ کیوں کہ اس کے لئے پوری سیرت کا مطالعہ کرنا ہوگا، پھر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تاریخ کو دیکھنا ہوگا، جس میں بے شمار کتابیں لکھی گئیں، پھر پوری اسلامی تاریخ کو دیکھنا ہوگا، یہاں ہم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کے چند نمونے پیش کیے ہیں، لہذا آپ اسے پڑھنے والے! ان کی اقتداء کریں، کیوں کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور پورے عالم کے درمیان واسطہ ہیں۔

بہت اہم دلائل

اس مضمون کو ختم کرنے سے پہلے ہم یہاں چند دلائل پیش کرتے ہیں جن سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت ثابت ہوتی ہے، ان دلائل میں سے ہم صرف تین پیش کرتے ہیں۔

ا۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت سے محبت جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات، امہات المؤمنین، آپ کی اولاد اور تمام قرابت والوں کو شامل ہے، اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

﴿إِنَّمَا يُرِيدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَ يُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيراً﴾

[الأحزاب : ۳۳]

ترجمہ:۔ ’’اللہ یہی چاہتا ہے کہ دور کرے تم سے گندی باتیں اے نبی کے گھر والو اور ستھرا کردے تم کو ستھرائی سے۔‘‘

اس آیت میں سیاق وسباق کے اعتبار سے خطاب امہات المؤمنین رضی اللہ عنہن کو ہے، لہذا وہ بھی اس آیت کا مصداق ہیں، اہل بیت رضی اللہ عنہم کی محبت ہر مسلمان کے ہاں ایک طبعی امر ہے، خصوصاً اہل سنت والجماعت کے ہاں کیوں کہ اس سلسلہ میں بہت سے دلائل وارد ہوئے ہیں اور اس لئے بھی کہ یہ محبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کا لازمی نتیجہ ہے، جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

’’اللہ سے محبت کرو کہ وہ تمہیں ہر قسم کی نعمتیں دیتا ہے اور اللہ کی محبت کی وجہ سے مجھ سے محبت کرو اور میری محبت کی وجہ سے میرے اہل بیت سے محبت کرو۔‘‘

٢۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے محبت

کیوں کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مددگار ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کو پہنچانے والے ہیں اور پورے عالم کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سفیر ہیں، قرآن کریم میں بہت سی آیات اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث صحابہ کے فضائل میں وارد ہیں، جیسے اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

﴿مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ وَالَّذِیْنَ مَعَہٗ اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَھُمْ﴾

ترجمہ:۔ ''محمد رسول اللہ کا، اور جو لوگ اس کے ساتھ ہیں زور آور ہیں کافروں پر، نرم دل ہیں آپس میں۔''

اور یہ ارشاد:

﴿لَقَدْ رَضِیَ اللّٰہُ عَنِ الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ یُبَایِعُوْنَکَ تَحْتَ الشَّجَرَۃِ﴾

ترجمہ:۔ ''تحقیق اللہ خوش ہوا ایمان والوں سے جب بیعت کرنے لگے تجھ سے اس درخت کے نیچے۔''

ان کے علاوہ دوسری آیات اسی طرح کثیر تعدا میں احادیث وارد ہیں، جن میں وہ متواتر حدیث ہے:

"خیر القرون قرنی........."

ترجمہ:۔ ''سب سے بہتر زمانہ میرا زمانہ ہے۔''

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد:

"لاتسبوا اصحابی فلو ان احدکم انفق مثل احد ذھباً مابلغ مدّ احدھم ولا نصیفه".

ترجمہ:۔ ''میرے صحابہ کو برا بھلا نہ کہنا اگر تم میں سے کوئی شخص احد پہاڑ کے

برابر سونا بھی خرچ کرے تو ان کے خرچ کئے ایک مُد اور آدھی مُد کے برابر ثواب کو نہیں پہنچ سکتا۔" (متفق علیہ)

اور اس طرح کی بہت سی احادیث وارد ہیں۔

۳۔ اپنے نفس میں محبت کا موازنہ کرنا

اس کا طریقہ یہ کہ ہر انسان اپنے نفس کے سامنے دو چیزیں رکھے، ایک یہ کہ دنیا کی کوئی اس کی غرض فوت ہوتی ہے اور دوسری یہ کہ اگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا دیدار ممکن ہو اور وہ فوت ہو جائے، اب خود فیصلہ کرلے کہ اس کے نفس پر دنیا کی غرض کا فوت ہونا زیادہ گراں ہے یا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار کا فوت ہونا۔ پس اگر وہ محسوس کرتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار کا فوت ہونا اس پر زیادہ گراں ہے جبکہ وہ ممکن ہو تو سمجھ لے کہ اسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ محبت ہے اور اگر ایسا نہیں ہے تو پھر محبت بھی نہیں ہے اور یہی حال ہے جب آپ کے سامنے کوئی دنیاوی غرض ہو اور دوسری طرف سنت نبوی کی نصرت اور شریعت کا دفاع اور امت کی خیر خواہی ہو تو آپ دیکھ لیں کہ آپ کس جانب کو ترجیح دیتے ہیں۔

آخر میں ہم اس کتاب کو اس حدیث اور اس دعاء پر ختم کرتے ہیں جس کا عنوان ہی محبت ہے۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن میرا ہاتھ پکڑا اور فرمایا: اے معاذ! بخدا میں تجھ سے محبت کرتا ہوں تو حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: یا رسول اللہ! میرے باپ اور ماں آپ پر قربان ہو جائیں میں بھی بخدا آپ سے محبت کرتا ہوں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے معاذ! میں تجھے وصیت کرتا ہوں کہ ہر نماز کے بعد اس دعاء کو ہرگز ترک نہ کرنا۔

"اللّٰھم أعنّی علی ذکر ک و شکر ک و حسن عبادتک"

ترجمہ:۔"اے اللہ! اپنے ذکر اپنے شکر اور اپنی اچھی عبادت پر میری مدد فرما"۔

اور ہم کہتے ہیں:

اللّٰھم إنا نسالک حبّک و حبّ نبیّک سید نا محمد صلی اللہ علیه وسلم واجعل حبّک و حبّ نبیّک صلی اللہ علیه وسلم أحبّ إلینا من أموالنا وأولادنا ، و آبائنا و أمھاتنا ومن الماء البارد علی الظمأ، اللّٰھم آمین

ترجمہ:۔"اے اللہ ہم آپ سے آپ کی محبت اور آپ کے رسول سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا سوال کرتے ہیں، آپ اپنی محبت اور اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کو ہمارے لئے زیادہ محبوب بنادے، ہماری مالوں، ہماری اولاد، ہمارے باپ اور ماؤں اور اس ٹھنڈے پانی سے جو پیاس کے وقت ملتا ہے، اے اللہ! ہماری دعاء قبول فرما۔

وصلی اللہ علی سید نا محمدو آله وصحبه و سلم تسلیما
وسلام علی المرسلین والحمد للہ رب العالمین۔۔

کتبہ فقیر عفور بہ نور الدین عتر
خادم القرآن وعلومہ والحدیث وعلومہ
وترجمہ إلی الاردیۃ
فقیر عفور بہ عبدالرزاق اسکندر
خادم جامعۃ العلوم الاسلامیۃ
بنوری تاؤن کراتشی